الانجلاء فی تطور الاولیاء



تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ وِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ خَيْرِ الْأَنَامِ وَعَلٰى آلِهِ الْكِرَامِ وَ أَصْحَابِهِ الْعِظَامِ وَعَلٰى أَوْلِيَاءِ أُمَّتِهِ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهِ الْأَعْلَامِ

أَمَّا بَعْدُ! ہم اہلِ سُنّت حضور سیّدِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وَآلِہٖ وَسلم کے حاضر و ناظر (ہر جگہ حاضر و مُشاہِد) کا عقیدہ رکھتے ہوئے، اِن کے فیض و برکت سے اولیائے کرام کے متعدّد (کئی) مقامات پر تشریف لانے کے لیے نہ صرف مانتے بلکہ دلائل کی روشنی سے عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ولی جب وِلایت کے عہدہ (منصب) پر فائز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اور طاقت سے متعدّد (کئی) مقامات پر موجود ہو سکتا ہے، اور یہ عقیدہ اسلاف (بزرگوں) میں نہ صرف صوفیا کرام تک محدود تھا بلکہ فقہاء کرام کے فقہی مسائل میں مُندرَج (درج) ہوتا چلا آرہا ہے۔

جب سے وہابیت کی وَبا پھیلی ہے تو جہاں حضور سرورِ عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر کے صحیح عقیدہ کو شرک کے وَہم (شُبہ) میں ڈالا گیا وہاں اولیائے کرام بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ چنانچہ دیوبندیوں کا ایک نیم عالِم فراز گکھڑوی لکھتا ہے کہ

"نہ معلوم کہ بعض بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی مُجمَل (مختصر اور غیر واضح) اور گول مول (غیر صریح) باتوں سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ حضرت انبیاءِ عظام اور اولیائے کرام علیہمُ الصلوۃ و السّلام حاضر و ناظر ہوتے ہیں، یا ایک بزرگ کو کئی مقامات میں دیکھا گیا، یا لطائف (روحانی اجسام) متشکّل (شکل اختیار کر لینا) ہو جایا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ بلکہ ایسی تمام گول مول باتوں کو شریعتِ اسلامی تسلیم ہی نہیں کرتی۔ چنانچہ وہی اکابر جن کی بعض مُجمل عبارات سے مخالفین گاڑی چلانے (بات کو اپنی طرف موڑنے) کی ناکام کوشش کرتے ہیں، صاف اُس کی تردید کرتے ہیں۔"[1] (آنکھوں کی ٹھنڈک بلفظہ، ص ١٦)

الجواب: مَسطورۂ بالا عبارت میں گکھڑوی نے ایک روشن حقیقت کو مَسخ کرنے (بگاڑنے) کی کوشش کی ہے۔ انبیاءِ کرام علیٰ نَبِیّنا علیہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کے حاضر و ناظر کے علاوہ، اولیاءِ کرام کے متعدد (کئی) مقامات پر تشریف فرما ہونے کے انکار میں دلیل پیش کرنے کے بجائے، صوفیاءِ کرام و مشائخِ عظام کے دلائل و حقائق کو گول مول (غیر صریح و مبہم) باتوں سے تعبیر کر کے، شریعتِ اسلامی کی کھُلی گستاخی (بے ادبی) اور نا قابلِ معافی جُرم کا اِرتکاب کیا ہے۔ اِس موضوع پر اسلافِ فُقہاء، مُجتَہدین اور عُلَماءِ مُحدّثین رَحِمَہُمُ اللہ کی تصریحات (واضح بیان) اَن گنت ہیں۔ چند ایک بزرگوں کے اسماء (نام) لیجیے:

(١) علامہ علاؤ الدین القونوی شارح الحاوی (٢) شیخ تاج الدین السبکی (٣) کریم الدین الآملی شیخ الخانقاہ الصلاحیۃ سعد السعداء (٤) عبد الغفار بن نوح القوصی صاحب الوحید (٥) صفی الدین بن ابی المنصور (٦) العفیف الیافعی (٧) شیخ تاج الدین ابن عطاء اللہ (٨) السراج بن الملقن (٩) البرہان الابناسی (١٠) شیخ عبد اللہ المنوفی (١١) تلمیذ شیخ خلیل المالکی صاحب المختصر (١٢) ابو الفضل ابن ابراہیم التلمسانی المالکی رحمہم اللہ

یہ اسماءِ گرامی سید جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی)[2]

یہ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں اُن کے علاوہ اور بہت آئمہ کرام ہیں۔[3] (الحاوی للفتاوی)

---

1) (تبرید النواظر فی تحقیق الحاظر و الناظر المعروف آنکھوں کی ٹھنڈک از مولانا سرفراز خان، ص 25، مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ، مئی 2010ء)

2) (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 255 إلى 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

3) (الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 255 إلى 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

سَیِّدُنا سُیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مُطالَعہِ تَصانیف (کتابوں کے مطالعے) سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ کتنے حضرات ہوں گے، اور وہ نہ صرف عُلَماء بلکہ آئِمَّہِ کرام ہیں جن کی جَلالَتِ شان (عظمت وبزرگی) کا نام سُن کر موجودہ دور کے مُحَقِّقین سر خَمیدہ ہو جاتے (جھک جاتے) ہیں۔

فقیر اُویسی غفرلہ کے مطالعہ سے:

(۱) علامہ یوسف نبہانی (۲) سیدنا مجدد الف ثانی (مکتوبات شریف) (۳) علامہ ابن العابدین شامی مکی (رد المحتار، اجابۃ الغوث) (۴) علامہ ابن حجر مکی (فتاوی حدیثیہ) (۵) سید امیر عبد الواحد بالگرامی (سبع سنابل) (۶) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۷) شاہ عبد الحق محدث دہلوی (جذب القلوب) (۸) شیخ عبد القدوس گنگوہی (لطائف قدوسی شریف) (۹) سیدنا امام یافعی (روض الریاحین) (۱۰) امام شعرانی (کتاب الجواہر والدرر) (۱۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۲) حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی (۱۳) اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی (ملفوظات اعلیحضرت) (۱۴) سیدنا محی الدین ابن العربی (۱۵) قاضی القضاعی (الشہاب النبی)

بوجہ خَوفِ طَوالت (زیادہ لمبا ہونے کے ڈر) انہیں پر اِکتِفا کرتا ہوں، ورنہ صرف اِن حضرات کے اَسماءِ گرامی کے لئے مُستَقِل کِتاب چاہیے، اور اِن حضرات میں سے صرف ایک عالِمِ دین کی مَسئلہ کی تحقیق کی ضمانَت کافی ہے، اور صرف ایک حضرت کے ہم پلہ (برابر درجہ) تو دَرکِنار اُن کے اَدنیٰ تِلمیذ (شاگرد) کے دَرجہ کا مُوجودہ دَور کے مُحَقِّقین کو کہنا نہ صرف عِلمی ہتک (بے ادبی) ہے بلکہ شَرعی تَعزیر (شرعی سزا) اور سخت سے سخت۔

اِتماماً لِلحُجّت: اَلْکَذُوبُ قَدْ یَصْدُقُ (بہت جھوٹا بھی کبھی سچ بول سکتا ہے۔) کے مُطابِق مُخالِفین کے اکابِرین سے تَصریحات (صریح بیانات) بلکہ اِس مَسئلہ کے دلائل کے اَنبار (ڈھیر) ملتے ہیں۔ مُشتے نمونہ خَر وار[4] چند ایک اَسماء لیجیے۔ تَصریحات اِسی کِتاب میں آتی ہیں، اِن شاءَاللہ تَعالیٰ۔

(۱) انور علی کشمیری (فیض الباری) (۲) اشرف علی تھانوی (بوادر النوادر) (۳) رشید احمد گنگوہی (امداد السلوک) (۴) احمد علی لاہوری (ہفت روزہ خدام الدین لاہور مختلف رسالہ جات) (۵) سید احمد رضا بجنوری تلمیذ انور شاہ کشمیری (انوار الباری شرح بخاری)

اور نہ صرف تَصریحات (صریح بیانات)، بلکہ اِس مَسئلہ کو قُرآن و اَحادیث و اَقوالِ فُقہاء (فقہا کے اقوال) کا تَحقیقات (تحقیقی مطالعہ) سے دلائل قائم کر کے مُستَقِل تَصانیف (مستقل کتابیں) تحریر فَرمائی ہیں۔ اِس مَسئلہ پر جو کُتُب (کتابیں) فقیر اُوَیسی غُفِرَلَہٗ کی نظر سے گزری ہیں، مُندرَج (ذکر شدہ) ہیں۔

(۱) إِجَابَةُ الْغَوْثِ بِبَيَانِ حَالِ النُّقَبَاءِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَبْدَالِ وَالْأَوْتَادِ وَالْغَوْثِ مصنفہ: سیدنا علامہ ابن العابدین صاحب فتاوی شامی قدس سرہ

(۲) الْمُنْجَلِي فِي تَطَوُّرِ الْوَلِيِّ مصنفہ: سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) الْخَبَرُ الدَّالُّ عَلَى وُجُوبِ الْقُطْبِ وَالْأَوْتَادِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْأَبْدَالِ مصنفہ: سیدنا امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

فقیر اُوَیسی غُفِرَلَہٗ اُن سے تَلخیص (اختصار) کر کے کچھ اپنے بُزُرگوں کے اِفادات (بیانات) و اِضافات (مزید نکات) سے چند دلائل اور پھر انہیں کے مُطابِق حِکایات پیش کرنے کی جُرات کرتا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

کسی نے کیا خوب فرمایا ہے: ہرچہ درطبع تو نیاید راست — تو نہ دانستہ مگرکہ خطاء است[5]

---

4) مٹھی بھر (چیز) ڈھیر کا نمونہ ہوتی ہے۔ (ن اُویسی)

5) یعنی جو کچھ تیرے ذہن میں نیا علم یا نئی بصیرت ہے، اسے بغیر جانچ پڑتال کہہ مت، کیونکہ اس میں غلطی ہو سکتی ہے۔ (نوری)

مقدمہ

فصل اول: سیدنا امام جلالُ الدین سیوطی رحمہُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِس مَسئلہ کے متعلق تین تقریریں(بیان کی جانے والی صورتیں) ہو سکتی ہیں:

(۱) اصلی صورت، صورتِ مثالی(خیالی صورت) کی مختلف اشکال اختیار کر کے متعدد مقامات پر موجود ہو جائے جیسے جِنّات کے لیے ہے۔

(۲) طَيُّ الْمُسَافَةِ وَزَوِي الأَرْضِ[6] سے ہو کہ ہر دیکھنے والا اپنے مقام سے دیکھے، حالانکہ وہ ایک ہی جگہ پر ہو۔ بایں طور کہ اللہ تعالیٰ زمین کو لپیٹ کر درمیانی حِجابات(پردے یا حجاب) ہٹائے اور لوگوں کو گمان ہو کہ مقامات مختلف ہیں، حالانکہ وہ ایک ہی مقام ہوتا ہے۔ اِسی پر بہترین تقریر ہوگی اس حدیث کی جبکہ شبِ معراج کی واپسی پر حضور علیہ السلام نے بیت المقدس کو سامنے دیکھ کر قریش کو تمام حالات بتا دیے۔

(۳) ولیّ اللہ کا جُثۃ(جسم) موٹا پن اختیار کر لے، یہاں تک کہ تمام عالم کو مُحیط ہو جائے، جیسے مَلکُ المَوت علیہ السّلام اور منکر و نکیر کے متعلق علماء کرام تقریریں(بیان کرتے ہیں) کہ ملک الموت علیہ السلام ایک ہی آن میں مشرق و مغرب والوں کی روح قبض کر لیتے ہیں، اسی طرح منکر و نکیر ایک ہی وقت میں بے شمار اہلِ قُبور سے سوال کرتے ہیں۔[7](الحاوی للفتاوی)

اصلی جسم کا متعدد مقامات پر موجود ہونا، جیسے حدیثِ شریف میں ہے کہ سورج عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سورج روزانہ طلوع و غروب کرتا ہے۔ دیکھئے، یہ سورج زیرِ عرش مُستقر(مقام پر موجود) بھی ہوتا ہے اور طلوع و غروب بھی جاری رہتا ہے۔ اس سے بیک وقت ایک جسم کا دو مکانات میں ہونا اور دو مختلف مکانوں میں بیک وقت اُن سے مختلف اَفعال(امور) صادِر(واقع) ہو رہے ہیں۔ یہ بات اگرچہ عقل میں نہیں آتی، کیونکہ ایسا ہونا یقیناً محال ہے، اس لیے کہ اس طرح اجتماعِ الضّدّین(متضاد صفات یا حالات کا جمع ہونا) لازم آتا ہے۔ مگر جنہیں اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان بخشا ہے، وہ انکار نہیں کر سکتے، کیوں کہ یہ بات معجزات و کرامات کے قَبیل(نوع) سے ہے، اور معجزات و کرامات ہوتے بھی ایسے ہی ہیں جو کہ عقل محال مانے، ورنہ وہ نہ معجزہ ہوگا اور نہ کرامت۔

نوٹ: اس کے علاوہ اور تقاریر اور ان پر سوالات اور ان کے جوابات فقیر اُویسی غفرلہ نے کتاب "دلوں کا چین: مسئلہ تحقیق حاضر وناظر" میں تفصیل سے لکھ دیے ہیں۔

فصل دوم: اِمام جلالُ الدّین سیوطی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سُنَّت قدیم ہے اور چلا آرہا ہے، اور منکر کے لیے زجرًا(خبردار کرنے کے طور پر) فرماتے ہیں کہ اس میں وہی جھگڑا کرے گا جسے وہم ہے کہ "أَنَّ وُجُودَ الشَّخْصِ الْوَاحِدِ فِي مَكَانَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ غَيْرُ مُمْكِنٍ، بَلْ هُوَ مُسْتَحِيلٌ" یعنی ایک شخص کا موجود ہونا دو مکانوں میں ایک ہی وقت میں غیر ممکن ہے بلکہ محال ہے۔ "وَلَيْسَ كَمَا تَوَهَّمَهُ هَذَا الْمُتَوَهِّمُ مِنَ الْاِسْتِحَالَةِ" یعنی جس طرح یہ وہمی وہم کر رہا ہے، یہ بات محالات سے نہیں ہے۔ کیونکہ بڑے ائمہ عظام نے اس قسم کے جَواز اور ممکن ہونے پر نُصوص دی ہیں۔[8](الحاوی للفتاوٰی)

غور کیجیے: اِمام جلالُ الدّین سیوطی رحمۃُ اللہِ تعالیٰ علیہ جیسی شخصیت اس شخص کو وہمی خبطی(مخبوط الحواس یا پاگل) سے تعبیر کر رہے ہیں جو اس مسئلے کا منکر ہے۔ اگر دورِ حاضر کے منکرین اِمام ممدوح کے زمانہ میں ہوتے اور اس طرح کا انکار کرتے، تو اِمام ممدوح درج ذیل ارشاد کس شان سے فرماتے؟﴿فَافْهَمْ﴾[9]

---

[6]) یعنی فاصلے طے کرنے اور زمین کے ایک حصے سے دوسرے حصے تک پہنچنے کے قبیل۔(نوری)

[7])(الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 255إلي 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[8])(الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 254، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[9]) لفظ "﴿فَافْهَمْ﴾" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا اردو میں مطلب ہے "پس سمجھ لے" یا "چنانچہ غور کرو اور سمجھو"۔(ن اُویسی)

فصل سوم: متعدد مقامات پر موجود ہونا اُس جَلوۂ صفاتی (خُدا کی صفات کے اظہار) کی وجہ سے ہے جو بندہ کو ریاضات و مجاہدات کے بعد فانی فی اللہ[10]، باقی باللہ[11] کے مقام پر فائز المرام (مطلوبہ مقام حاصل کرنے والا) کر دیتا ہے۔ یہ کوئی معمولی عہدہ نہیں جو ہر ایک کو نصیب ہو جائے؛ اس کے لیے فضلِ ربی و کرمِ ایزدی (خدا کی عنایت اور رحمت) کی ضرورت ہے۔ یہ مقام اُن اولیاء کرام رحمہُمُ اللہ تعالیٰ کو نصیب ہوتا ہے جنہیں " سَمْعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا "[12] کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ: "دریں ورطه کشتی فروشد هزار"[13] یہ معاملہ ہے لیکن خوش نصیب ہستیوں کو نصیب ہونے پر انکار بھی، ہزاروں کے بیڑے غرق ہوئے۔

فصل چہارم: بعض لوگ اسے شرک سمجھ کر اِنکار کر دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ متعدد مقامات پر ولی اللہ کا موجود ہونا اس وقت ناجائز (ناممکن) تصور ہو سکتا ہے جب کہ اسے غیر ممکن سمجھا جائے، لیکن وہ جیسے بحیثیت کرامت کے جواز کی صورت حاصل کر لیتا ہے، کیونکہ مُسلّم (متفقہ) مسئلہ ہے کہ "كَرامَةُالوَلِيِّ حَقٌّ " (ولی اللہ کی کرامت حقیقت پر مبنی ہے)۔ تاہم ہمارے سامنے بہت سی مثالیں موجود ہیں جو بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً:

(۱) بینائی ایک ایسی شئے ہے جو انسان میں بھی موجود ہے اور آسمان اور زمین میں بھی۔ اور آسمان و زمین میں جہاں تک اس کی رَسائی ہے، موجود ہے۔

(۲) اسی طرح، انسان کی آواز تو باقاعدہ سائنس کے مطابق ایک لمحہ میں عالمِ دنیا میں کئی چکر لگا کر اپنے مرکز پر لوٹ آتی ہے۔ پھر اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ یہ اپنے مرکز میں بھی ہے اور کائنات کے چپہ چپہ میں بھی۔

(۳) قرآن مجید، جو کہ کلامِ الٰہی (خدا کا کلام) ہے، اور بحیثیت الفاظ کے نہیں بلکہ بحیثیت کلامِ نفسی (روحانی کلام) ہونے کے، بیک وقت متعدد انسانوں کے سینوں میں موجود ہے، اور وہ اوپر بھی ہے، نیچے بھی، عالمِ برزخ میں بھی، اور عالمِ دنیا میں بھی وغیرہ وغیرہ۔

(۴) قرآنِ مجید کی صریح بیانی (واضح اور صاف بیان) کس سے مخفی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ولی آصف بن برخیا سینکڑوں میل میں، "قبلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ(النمل:40) (میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا) کے مدعی ہو کر، بلقیس کی تخت گاہ میں بھی ہے اور سلیمان علیہ السلام کے سامنے بھی۔

(۵) حدیثِ شریف میں ہے کہ جب حضورِ پرنور، محبوبِ رب غفور، جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم شبِ معراج میں بَہِشت (جنت) میں تشریف

---

10) (تصوّف) وہ سالک جو اپنی خودی کو فنا کر کے عملاً و قولاً ذکرِ الٰہی میں کھو جائے۔ (ن اُویسی)

11) (تصوّف) وہ صوفی جو منازل سلوک طے کرنے میں فنا ہو اور وحدت وجود کی منزل پر پہنچ کر بقاے دوام حاصل کرے۔ (ن اُویسی)

12) یعنی ان کے ذریعے سنا جاتا ہے، دیکھا جاتا ہے اور اثر انداز ہوتا ہے۔ (نوری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.

(صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، 5/ 2385، الحديث 6137، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

13) یعنی اس بھنور میں تو ہزاروں کشتیاں ڈوب گئی ہیں۔ (ن اُویسی)

لے گئے، تو وہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ بڑے ناز سے بہشت کی سیر کر رہے تھے۔[14] حالانکہ متفقہ بات ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے گھر مکہ میں آرام فرمارہے تھے، لیکن حدیث شریف میں فرمایا کہ وہ بہشت میں تھے۔

اب بتائیے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بیک وقت دو مقامات میں موجود ہونا پایا گیا، یا نہیں؟

(٢) حدیث شریف میں ہے کہ جب میت کو قبر میں لایا جاتا ہے، تو اسے سورج غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے،[15] خواہ وقت دوپہر کا ہو، یا صبح کا، یا آدھی رات کا، یا سحر کا۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ ایک سورج ہے، ایک وقت ہے، لیکن اُس وقت وہ اپنے اصلی مقام میں بھی ہے اور متعدد مردگان (لوگوں) کے سامنے مختلف ممالک میں بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی مثالیں قرآن وحدیث میں ملیں گی، جن کو فقیر اُویسی غفرلہ آگے چل کر عرض کرے گا۔

اولیاء کرام چونکہ ریاضات ومشقات وعبادات (روحانی مشقیں، نفسیاتی جدوجہد اور عبادات) میں اپنے نُفوس (اپنی ذات یا روح) کا ایسا تزکیہ (صفائی، پاکیزگی اور روحانی تربیت) کرتے ہیں کہ " كَمَا قِيلَ فِي شَأْنِهِمْ: أَجْسَادُهُمْ وَأَرْوَاحُهُمْ وَغَيْرُهُمْ "[16]

فصل پنجم: ان حضرات کا متعدد مقامات پر تشریف لے جانے (ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہونا) بوجہِ کرامت کے ہے، اور کرامت کا انکار بے دینی (دین سے انکار) ہے۔ حضرت امام شعرانی قدس سرہ اپنے شیخ سے اس کرامت کے متعلق عرض کرتے ہیں:

" فَقُلْتُ لَهُ: فَمَا حِكْمَةُ وُقُوعِ التَّطَوُّرِ فِي هَذِهِ الدَّارِ؟ فَقَالَ: ذَلِكَ إِنَّمَا يَكُونُ بِحِكْمَةِ خَرْقِ الْعَادَةِ حِينَ يُعْطُونَ حَرْفًا كَذَلِكَ، وَفِي الْآخِرَةِ يَكُونُ نَفْسُ نَشْأَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ تُعْطِي ذَلِكَ. "[17] (الکتاب: الجواھر والدرر، ص۱۶۵)

یعنی میں نے عرض کیا کہ ان مثالی اجسام (روحانی یا کرامت کے جلوہ نما اجسام) کو دنیا میں اختیار کرنے کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا کہ جب اولیاء حرف "کُن" کے اَسرار کی عطا سے نوازے جاتے ہیں، تو اس وقت ان سے یہ مثالی اجسام بطور کرامت صادِر ہوتا ہے، اور آخرت میں اہلِ جنت کی پوری زندگی اسی عطیہ کے ساتھ وابستہ ہوگی۔

باب اول: [آیاتِ قرآنیہ]

(ا) فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (التوبہ:105)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن کامل تمہارے اعمال کو دیکھیں گے۔

(ف) آیت میں "سَيَرَى" فعل مستقبل واقع ہے، جس کا حقیقی معنی رویتِ بصری (آنکھ سے دیکھنا) لازم ہے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ مسئلہ یہ تینوں تقریروں (اللہ، رسول، اور کامل مؤمن) کے مطابق ہو۔

---

[14] (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب فضل الطهور بالليل والنهار وفضل الصلاة بعد الوضوء بالليل والنهار، 1/ 386، الحديث1098، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[15] (سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، 2/ 1261، الحديث 4272، المكتبة العلمية)

[16] جیسے ان کے متعلق کہا گیا: ان کے جسم، ان کی روحیں اور باقی چیزیں۔ (ن اُویسی)

[17] (الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص49، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

(ف) آیت میں "وَالْمُؤْمِنُونَ" سے مراد کامل مؤمن[18] ہیں، اور کامل مؤمن صرف اولیاء کرام ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم سب مومن ہیں لیکن ناقص (کمزور یا ابتدائی مرتبے کے)۔ اس آیت کی تاویلات (تشریحات) میں گکھڑوی نے کچھ توڑ مروڑ (تشریح یا معنی میں تبدیلی) کی ہے، جسے فقیر نے حاضر وناظر میں بالتفصیل (تفصیل کے ساتھ) بیان کیا ہے۔[19]

(۲) لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ:143) ترجمہ: تاکہ تم لوگوں کے گواہ بنو۔

آیت میں مخاطب صرف وہ ہیں جو گواہی کے لائق (ایسے لوگ جو صحیح اور درست شہادت دے سکتے) ہیں، اور وہ صرف اولیاء کرام ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گواہی کے لیے اہلیت شرط فرمائی۔ جیسا کہ فرمایا: "كَمَا قَالَ : "وَاشْهِدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ" (الطلاق:2) [ترجمہ: اور اپنے درمیان سے دو عادل (معتبر) گواہ مقرر کرو۔] ہم سب، فِسق وفُجور (گناہ ونافرمانی) کی وجہ سے گواہی کے اہل نہیں ہیں۔ اور ان حضرات کی گواہی تب ہی ہو سکتی ہے جبکہ وہ قیامت میں عینی مشاہدے پیش کر سکیں۔

(ف) قیامت میں ہم خُود بھی اپنے حساب میں ہوں گے، جو خُود مُلزِموں کی صف میں ہو وہ کس طرح گواہوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ گواہوں کی صف میں وہ کھڑے ہو سکیں گے جن کے لئے حساب ہو گا اور نہ کتاب،[20] اور وہ صرف اَولیاء کِرام ہوں گے۔ باقی مضمون متعلقہ آیتِ ہٰذا حاضر وناظر[21] میں دیکھئے۔[22]

(۳) "ولا يملِكُ الَّذينَ يَدعونَ مِن دونِهِ الشفاعةَ إلّا مَن شَهِدَ بِالحقِّ وَهُم يَعلَمونَ" (الزخرف:86)

ترجمہ: یعنی اور جن کو یہ اللہ کے سِوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں شفاعت کا اختیار نہیں ہے، حَق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

تفسیر: آیت میں اَصنام (بتوں) سے شفاعت کی نَفی فرما کر اُن حضرات کے لئے شفاعت کا اثبات فرمایا جو شاہِدَ بالحَقّ کے ساتھ عِلم رکھتے ہیں، اور عِلم کس کا، اِس کے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ بقانُونِ عِلمِ معانی (علم معانی کے اصول کے مطابق) جب فعل کا مفعول مذکور نہ ہو تو اُس وقت مفعول کو مذکور کیا جائے۔ اب اَولیائے کِرام کی شفاعت کا اِنکار مُعتَزِلَہ (عقلیت پسند فرقہ) تو کر سکتے ہیں، لیکن ہمارے دور کے مُعتَزِلَہ اُصولاً نہیں، اَلبتہ ہَٹ دھرمی (ضِد) کا علاج ہی کیا۔ بنابَریں قیامت میں جب شفاعت کر سکیں گے جب انہیں شَفاعت والوں کے متعلق عِلم ہو، وَرنہ بے سُود۔

سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللهِ جَمْعًا*** كَخَرْدَلَةٍ عَلَى حِكْمِ اتِّصَالِ[23] (قصیدہ غوثیہ)

یعنی میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملکوں کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔

(۴) أَفَمَنْ شَرَحَ ٱللَّهُ صَدْرَهُۥ لِلْإِسْلَٰمِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِۦ ۚ (الزُّمَر، آیت 22)

ترجمہ: کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھولا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہیں۔

---

18) یعنی ایسے مومن جو علم وعمل میں کامل اور اللہ کے قرب کے مقام پر ہوں۔

19) سوالات کے جوابات متعلقہ بہ حاضر وناظر، اویسی غفرلہ

20) حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔

21) قبلہ فیض ملت رحمہ اللہ کا ایک رسالہ۔ (ن اُویسی)

22) حاظر وناظر از آیات قرآنی۔

23) (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار= فتوح الغيب للقطب الرباني الشيخ محيي الدين عبد القادر الجيلاني، والقصيدة المذكورة هي هذه، ص182، دار الكتب العلمية، 2010م)

یہی وہ طاقت تھی جو حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو کوسوں دور " يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ "[24] کہلوا کر اسلام کو طاقت اور کفر کو شکستِ فاش (کامل ہار) دیدیتی ہے۔ وَلِلتَّفْصِيلِ مَقَامٌ، وَهَذَا الْمَقَامُ لَيْسَ لِلتَّفْصِيلِ [25]

(۵) "قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ" (النّمل، آیت 40)

ترجمہ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ اسے میں حضور کی خدمت میں حاضر کر دوں گا ایک پل (آن کی آن) مارنے سے پہلے، پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

اس آیت میں آصف بن بَرخِیا ولیِّ کامل کے تصرّف (روحانی اختیار) کا بیان ہے کہ وہ بیک وقت ادھر بھی ہے، اُدھر بھی ہے۔ جس کی تفسیر فقیر نے "تفسیرِ اُوَیسی" میں اسی مقام پر عرض کر دی ہے۔[26]

فصل دوم: [احادیثِ مبارکہ]

(1) "كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا "[27]

یہ حدیثِ قُدسی (اللہ کی طرف منسوب روایت) ہے اور مشہور ہے، اور اِس کو پورے سَنَدات (روایت کی اسناد) اور سوالات و جوابات کے ساتھ "حاضر ناظر" میں لکھ دیا ہے[28] کہ اب صرف یہ یاد رکھئے کہ بندہ فَناء (اپنی صفات کا ختم ہو جانا) پر بَقا (الٰہی صفات کا عطا ہونا) کے مقام پر فائزُ المَرام (مُراد کو پانے والا) ہوتے ہوئے، اِس میں عنصری قوت (جسمانی طاقت) کے بجائے ایزدی قدرت (الٰہی توفیق و طاقت) کام کرتی ہے۔ چنانچہ امام فَخرُالدّین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اَنوارِ اِلٰہی (الٰہی نوروں) کا مَظْہَرِ اَتمّ (کامل جلوہ گاہ) ہو جاتا ہے تو قُرب و بُعد (نزدیکی و دوری) اُس کے لئے یکساں (برابر) ہو تا ہے۔ وہ قریب کو بھی قریب دیکھتا سنتا ہے اور بعید کو بھی قریب، تفصیل فقیر نے "نورُ الصَّفا" میں عرض کر دی ہے۔[29]

اَولیاءِ کرام کی کَرامات کے اقرار کے بعد، اور یہ بھی ماننا کہ واقعی اُن میں رَبّانی طاقت (الٰہی عطا کردہ قدرت) ہوتی ہے، پھر اُن کے متعدّد مقامات پر موجود ہونے اور دیگر کرامات کے اِنکار سے حیرت ہوتی ہے۔[30]

(۲) "اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنظُرُ بِنُورِ الله"[31]

---

24) (جامع الأحاديث ،مسند العشرة، مسند عمر بن الخطاب، 27/ 49، الحديث29673 ،د حسن عباس زكى)

(الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، مناقب الشيخين أبي بكر وعمر - رضي الله عنهما ، مناقب عمر بن الخطاب - رضي الله عنه -، 15/ 333، الحديث96445 ،تاريخ النشر: 15-08-2014)

25) یعنی تفصیل بیان کرنے کا ایک مناسب موقع ہوتا ہے، اور یہ وہ موقع نہیں ہے۔ (نوری)

26) تفسیرِ اویسی میں

27) (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، 5/ 2385، الحديث6137، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

یعنی میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ (نوری)

28) رسالہ حاظر و ناظر

29) نور الصفافي في البقاء بعد الفناء

30) دراصل بات یہ ہے کہ ان بیچاروں کی جماعت میں نہ کوئی ولی ہوا اور نہ کوئی کرامت دیکھی انکار نہ کریں تو اور کیا کریں ۔

31) (سنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الحجر، 5/ 279، الحديث3127، دار الكتب العلمية)

یعنی کامل مُؤمِن کی فِراسَت (اندازہ، بصیرت) سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نُور (الٰہی بصیرت / رُوحانی روشنی) سے دیکھتا ہے۔

اس حدیث میں مؤمن ولی کامل کی نگاہ کی وُسعت کا ذکر ہے، اور اس کی نظر کہاں تک ہوتی ہے، وہاں تک جہاں تک خدائی (الٰہی طاقت) کام کرے، جیسا کہ غوث الاغواث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ إِلَى حُكْمِ التِّصَالِ

(۳) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری شریف میں ذکر ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت میں دیکھا اور فرمایا: "یہاں کیسے؟" بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "(آپ کے صدقے) وہ دو نفل تحیۃ الوُضوء[32] مجھے یہاں لے آئی ہیں۔"[33]

تفصیل "حاضر و ناظر" میں بیان کر دی گئی ہے۔ اس حدیث میں دیکھنے کی اہم بات یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیک وقت مکہ میں بھی ہیں اور ساتوں آسمانوں کے اُوپر بہشت میں بھی۔

(۴) شبِ معراج میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اُن کے مزارات میں دیکھا۔ پھر وہی حضرات بیت المقدس میں موجود تھے۔ پھر آسمانوں میں بھی آپ سے مُلاقی (ملاقات کرنے والے) ہوئے (رواہ اصحاب الصحاح وغیرہ)۔ یہ بھی ہمارے اِستدلال میں شامل ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام شبِ معراج میں مختلف مقامات پر بیک وقت موجود ہوئے۔ چنانچہ حضرت امام قطب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مِمَّا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْجِسْمَ الْوَاحِدَ يَكُونُ فِي مَوْضِعَيْنِ وَأَكْثَرَ فِي آنٍ وَاحِدٍ رُؤْيَةُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَمَّا أُسْرِيَ بِهِ إِلَى السَّمَوَاتِ الْعُلَى: آدَمَ وَعِيسَى وَيَحْيَى وَإِدْرِيسَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَمَا وَقَعَ لَهُ فِي شَأْنِ الصَّلَوَاتِ مِنَ الْمُرَاجَعَةِ لِمُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، مَعَ أَنَّ مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حِينَ ذَاكَ فِي قَبْرِهِ فِي الْأَرْضِ قَائِمًا يُصَلِّي.

وَقَدْ قَالَ: «رَأَيْتُ مُوسَى» وَمَا قَالَ «رَأَيْتُ رُوحَ مُوسَى» وَلَا «جَسَدَ مُوسَى». فَيَا مَنْ يُحِيلُ الْجَمْعَ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ، مَا تَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ؟ فَإِنَّ الْمُسَمَّى بِمُوسَى إِنْ لَمْ يَكُنْ عَيْنُهُ، فَالْإِخْبَارُ عَنْهُ كَذِبٌ وَهُوَ مُحَالٌ عَلَى الشَّارِعِ.

فَمَا بَقِيَ إِلَّا أَنَّ الْقُدْرَةَ صَالِحَةٌ لِلْجَمْعِ بَيْنَ الضِّدَّيْنِ، خِلَافَ مَا يَقْتَضِيهِ النَّظَرُ الْعَقْلِيُّ.

هَذَا وَالْمُقَلِّدُ الْمُؤْمِنُ بِهَذَا الْحَدِيثِ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ: «رَأَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فِي النَّوْمِ»، وَمَعْلُومٌ أَنَّ مُوسَى كَانَ فِي مَنْزِلِهِ عَلَى حَالَةٍ غَيْرِ الْحَالَةِ الَّتِي رُئِيَ عَلَيْهَا فِي مَوْطِنٍ آخَرَ، وَلَا يَقُولُ «رَأَيْتُ غَيْرَكَ». وَيَشْهَدُ لِذَلِكَ أَيْضًا مَا وَرَدَ فِي الصَّحِيحِ فِي قِصَّةِ آدَمَ وَالْيَدَيْنِ، حِينَ قَالَ اللهُ تَعَالَى لَهُ وَهُوَ خَارِجٌ عَنِ الْقَبْضَةِ: «اخْتَرْ أَيُّهَا شِئْتَ»، قَالَ: «اخْتَرْتُ يَمِينَ رَبِّي وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ مُبَارَكَةٌ»، فَبَسَطَ الْحَقُّ تَعَالَى يَدَهُ كَمَا يَلِيقُ بِجَلَالِهِ، فَإِذَا آدَمُ وَذُرِّيَّتُهُ فِي الْيَدِ مَقْبُوضٌ عَلَيْهِ حِينَ اخْتَارَ الْيَمِينَ، وَلَيْسَ فِي الْيَدِ هُوَ عَيْنُ آدَمَ الْمَقْبُوضِ عَلَيْهِ.

---

32) وضو کرنے کے بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھنا تحیۃ الوضوء ہے، اور یہ مستحب ہے۔(نوری)

33) (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب فضل الطهور بالليل والنهار وفضل الصلاة بعد الوضوء بالليل والنهار، 1/ 386، الحديث1098، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

فَيَا مَنْ يَدَّعِي مَعْرِفَةَ اللهِ بِعَقْلِهِ وَالإِيمَانَ بِمَا جَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ، زَيِّنْ عَقْلَكَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ، وَأَنْتَ تَقُولُ: «الشَّيْءُ الْوَاحِدُ لَا يَكُونُ فِي مَكَانَيْنِ» وَتَقُولُ «هَذَا مُحَالٌ وَهَذَا جَائِزٌ». "[34] (كَذَلِكَ فِي كِتَابِ الجَوَاهِرِ وَالدُّررِ ص ١٦٤)

ترجمہ: اس پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج آسمانوں پر آدم، عیسیٰ، یحییٰ، ادریس، موسیٰ اور ہارون، ابراہیم علیہم صلواتُ اللہ و سلامُہ کو دیکھا، اور وہاں پر آپ کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نمازوں کے بارے میں گفت وشنید ہوئی، حالانکہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت زمین پر اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، اور یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ کی روح کو دیکھا، نہ یہ فرمایا کہ موسیٰ کے جسم کو دیکھا۔ تو "جَمْعِ بَيْنَ الضَّدَّيْنِ" (دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا) کو محال اعتقاد کرنے والا انسان تو اس حدیث کے بارے میں کیا کہے گا؟ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو دیکھا گیا سے تعبیر کیا، اگر یہ بعینہ وہ نہیں جو اس وقت زمین پر قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، تو یہ خبر دینا کہ میں نے آسمان پر موسیٰ کو دیکھا، کِذب (جھوٹ) ہو جائے گا، جس کا صُدور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناممکن ہے۔ تو کوئی جائے مفر (بھاگنے کی کوئی جگہ) نہیں رہی، بجز اس کے کہ نظرِ عقلی کے خلاف تسلیم کریں کہ "جَمْعِ بَيْنَ الضَّدَّيْنِ" زیرِ قدرت (اللہ کی قدرت سے ممکن) ہے۔ اس حدیث پر ایمان رکھنے والا مقلد اپنے ساتھی سے کہتا ہے: "میں نے شبِ گذشتہ تم کو خواب میں دیکھا،" اور معلوم ہے کہ ان کا ساتھی اپنے مقام میں اس حالت میں نہ تھا جس میں دیکھا گیا، بلکہ بحالتِ دیگر تھا، اور اس مکان میں بھی نہ تھا جس میں دیکھا گیا، بلکہ دوسرے مکان میں تھا۔ پھر مقلد اپنے ساتھی سے کیا نہیں کہتا ہے؟ کہ: "میں نے تیرے سوا کسی اور کو دیکھا۔" بلکہ یہ کہتا ہے کہ "تجھے دیکھا۔" اور ہمارے اس دعوے کی یہ چیز تائید کرتی ہے جو حدیث صحیح میں "موسیٰ" اور "یَدَین" (دائیں ہاتھ) کے بارے میں وارد ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خطاب فرمایا، جب کہ وہ مشیتِ الٰہی سے باہر تھے، کہ "ان دونوں ہاتھوں سے جس کو چاہو پسند کر لو۔" انہوں نے عرض کیا: "میں نے اپنے رب کا دایاں ہاتھ (دستِ قدرت) پسند کیا، اور رب کے دونوں ہاتھ دائیں برکت والے ہیں۔" تو حق جلّ مجدہ نے اپنی مٹھی کھول دی، جس طرح کھولنا اس کے جلال کے لائق ہے، تو اس میں آدم اور ان کی ذُرّیت نکل پڑی۔ پس آدم علیہ السلام اس وقت مٹھی میں تھے جب کہ دایاں ہاتھ پسند کیا، اور جو آدم مٹھی سے باہر مخاطب تھے، یہ بعینہ وہی ہیں جو مٹھی میں تھے۔ تو اپنی عقل سے معرفتِ الٰہی کا دعویٰ کرنے والے اور رسولوں سے لائے ہوئے احکام پر ایمان رکھنے کے مدعی، تمہاری عقل اس مسئلہ میں کہاں جائے گی؟ اور تم تو کہتے ہو کہ ایک چیز دو مکان میں نہیں ہوتی، اور کہتے ہو یہ محال ہے، اور حالانکہ وہ جائز ہے۔

بیانِ اِستِدلال آیات واحادیث عُلَماءِ کِرام

اَولیاءُاللہ کے مُتَعَدِّد (کئی) مقامات پہ موجود ہونے پر عُلَماء کرام نے ذَیل (نیچے) کی آیات سے استدلال کیا ہے۔

(۱) جبکہ بی بی مریم علیٰ نَبِیّنا وعلیہا الصلاۃ والسلام بیت المقدس میں تَشرِیف فرما تھیں، "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا" (مریم:17)

ترجمہ: تو ان کے سامنے ایک کامِل بشر مُتَمَثِّل ہو کر (صورت بناکر) آیا۔

[34] (الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص49إلي 48، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

"تَمَثَّلَ" ماضی "تَمَثُّلٌ" سے مشتق ہے بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف مُنتَقِل ہونا یہاں بھی ایسے ہوا کہ سیدنا جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام مَلَکِیَّت (فرشتگی) سے بَشَرِیَّت (انسانی صورت) کی طرف منتقل ہوئے۔ اور یہ اپنے مقام پہ دلائل سے ثابت ہے کہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل میں ظاہر ہونے کی قُدرَت (طاقت) عطا فرمائی ہے۔

سیدنا عبدالعزیز دبّاغ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر شہر میں ستر یا کم و بیش ملائکہ اس لیے مقرر کیے جاتے ہیں کہ اصحابِ خدمت اولیاء کرام کی ان امور میں مدد کریں جن کے لیے تنہا ان کی ذات کافی نہیں۔ یہ فرشتے شہروں کے اندر انسانی شکل میں ہوتے ہیں، کوئی خواجہ سرا کی شکل میں، کوئی فَقیر کی شکل میں، اور کوئی بچے کی ہَیئَت (شکل) میں۔ یہ فرشتے لوگوں میں مَخلُوط (ملے جلے) رہتے ہیں مگر لوگوں کو پتہ نہیں چلتا۔ [35]

(کذا فی الابریز شریف، صفحہ نمبر ۱۹۵، جلد اوّل مطبوعہ مصر)

جبریل امین بشری لباس میں: سَیِّدُنَا جِبرِیل علیہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام اس واقعہ کے علاوہ بارہا بشری لباس میں عالمِ دنیا میں تشریف لائے۔ چنانچہ اِمام قسطلانی بخاری شریف کی شرح "باب بداءُ الوَحْی" میں لکھتے ہیں کہ جِبرِیل امین حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں بارہ (۱۲) مرتبہ، حضرت ادریس علیہ السلام کی خدمت میں چار (۰۴) مرتبہ، حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں پچاس (۵۰) مرتبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بیالیس (۴۲) مرتبہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں چار سو (۴۰۰) مرتبہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں دس (۱۰) مرتبہ، اور حضورِ سیدِ عالم علی نبینا و علیہ السلام کی خدمت میں چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) مرتبہ حاضر ہوئے۔ بارگاہِ رسالت میں حضرت جِبرِیل علیہ السلام کی حاضری باشکالِ مختلفہ (مختلف صورتوں میں) ہوتی۔ کبھی دِحیہ کَلبی رضی اللہ تعالی عنہ کی شکل میں، کبھی اعرابی کی صورت میں، وغیرہ وغیرہ۔ [36]

نتیجہ: اور یہ دلائل سے ثابت ہے کہ جِبرِیلِ امین علیہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام کی روحِ پاک اپنے نُورِی جسم سے وابستہ رہنے کے باوجود، مردانہ شکل اختیار کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے، اور اس کا تصرُّف اپنے مَلَکُوتی (الٰہی یا روحانی) جسم میں مُستمر (موجود) رہتے ہوئے اس عارضی (وقتی) جسم میں بھی نافذ ہوتا تھا۔ انہیں وُجوہ (وجوہات یا اسباب) کے پیشِ نظر، علماء کرام اہلِ سنت اور اولیاء کرام کے لیے کہتے ہیں کہ قادرِ مطلق جلّ شانُہ نے اپنے بعض بندوں کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ ان کی سوچ اپنے جسمِ اصلی سے متعلق رہنے کے باوجود دوسرے جسم سے متعلق ہو جائے، اور اس کے تصرُّفات جسمِ اصلی اور دوسرے جسم دونوں میں بیک وقت نافذ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سَیِّدُنا احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَتَكُونُ الرُّوحُ الْوَاحِدَةُ كَرُوحِ جِبْرِيلَ، مَثَلًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ مُدَبِّرَةً لِلشَّجِ الأَصْلِيِّ، وَلِهَذَا الشَّجِّ الْمِثَالِيِّ [37] (فتاوی حدیثیہ، ص ۴۶)

یعنی: "ایک روح، جیسے جِبرِیل علیہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام کی روح، بیک وقت اپنے اصلی جسم اور مثالی (مثالی یا غیر مادی) جسم دونوں میں تصرُّف کرے گی۔"

سوال: یہاں پر ایک سوال مشہور ہے: تقریباً تمثّل (صورت یا شبیہہ) جبریل علیہِ السّلام کے ذکر کے بعد عموماً پیدا ہوتا ہے، جسے اِمام سیوطی رحمۃُ اللّٰہِ علیہ نے الحاوی للفتاوی میں اور اِمام ابنِ حجر رحمۃُ اللّٰہِ علیہ نے فتاوی حدیثیہ میں، اور بخاری و دیگر کُتُبِ سِیَر و احادیث کے شُرّاح (شارحین) نے لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی

---

35)(الإبريز من كلام سيدي الغوث عبد العزيز الدباغ، 1/ 195، مصطفى البابي الحلبي وأولاده، مصر، 1380هـ 1961ء)

36)(خزينة الاسرار. باب الآيات والاحاديث الصحيحة الواردة في أنواع نزول الوحي و بيان أعداده. ص 11. المطبعة الخيرية. 1892م)

37)(الفتاوى الحديثية. مطلب الجن تشكل كالملائكة الخ. ص 47. المطبعة الميمنية. 1890م)

امام نے اپنے اکابر میں سے جبریل علیہِ السّلام کے متعلق پوچھا کہ "ان کا اپنا جسم اصلی جسد کہاں ہوتا ہے، جبکہ وہ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو دِحیہ کلبی کی شکل میں، حالانکہ وہ اصلی صورت پر اُفقِ اعلیٰ (سب سے بلند مقام) کو بھر دیتے ہیں؟" تو اس کے جواب میں یوں فرمایا:

"أَنْ يُقَالَ: كَانَ يَنْدَمِجُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ إِلَى أَنْ يَصْغُرَ حَجْمُهُ، فَيَصِيرَ بِقَدْرِ صُورَةِ دِحْيَةَ، ثُمَّ يَعُودَ يَنْبَسِطُ إِلَى أَنْ يَصِيرَ كَهَيْئَتِهِ الْأُولَى"[38]

یعنی جبریل علیہِ السّلام کی صورت کے بعض اجزاء بعض میں مُدغم ہو جاتے ہیں (یعنی سکڑ کر چھوٹے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ صرف دِحیہ کلبی کی شکل کے برابر رہ جائے)، پھر وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹنا شروع کرتے ہیں، یہاں تک کہ پہلی حالت بحال ہو جائے۔

لیکن اِن اَشکال کا بہترین جواب وہ ہے جو صوفیائے کرام نے ارشاد فرمایا: "وَهُوَ أَنْ يَكُونَ جِسْمُهُ الْأَوَّلُ بِحَالِهِ لَمْ يَتَغَيَّرْ، وَقَدْ أَقَامَ اللهُ لَهُ شَبَحًا آخَرَ، وَرُوحُهُ تَتَصَرَّفُ فِيهِمَا جَمِيعًا فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ، وَكَذَلِكَ الْأَنْبِيَاءُ"[39]

یعنی جسمِ اول اپنے اصل حال میں رہے، کسی قسم کا تغیر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوسرا جسم قائم کر دے اور پھر روح میں بیک وقت تصرف کرے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے۔

(ف) پھر اس طرح اولیاء کرام کے لیے بھی یہی سمجھا جائے۔

دلیل دیگر: اِمام جلالُ الدّین سیوطی رحمۃُ اللہِ تعالیٰ نے مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے ولیّ اللہ کے متعدد مقامات پر موجود ہونے پر دلیل قائم فرمائی کہ

"وَلَا بُعْدَ فِي ذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ إِذَا جَازَ إِحْيَاءُ الْمَوْتَى لَهُمْ وَقَلْبُ الْعَصَا ثُعْبَانًا وَأَنْ يُقَدِّرَهُمُ اللهُ عَلَى خِلَافِ الْمُعْتَادِ فِي قَطْعِ الْمَسَافَةِ الْبَعِيدَةِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فِي لَحْظَةٍ وَاحِدَةٍ إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْخَوَارِقِ، فَلَا يَمْتَنِعُ أَنْ يَخُصَّهُمْ بِالتَّصَرُّفِ فِي بِدَنَيْنِ وَأَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ"[40] (الحاوی للفتاوی، ص۳۳۰، ج۱)

یعنی یہ کوئی مشکل اَمر نہیں ہے، کیونکہ جب جائز ہے کہ انبیاء، اولیاء مردوں کو زندہ کرتے ہیں، اور عصا کو سانپ بنا سکتے ہیں، تو انہیں قدرت حاصل ہے کہ ایک لحظہ (آن) میں آسمان و زمین میں بطور خرقِ عادت (عادت کے خلاف) مسافت طے کر لیں۔ پھر کون سا امر مانع ہے کہ یہ حضرات دو بدنوں میں یا اس سے زائد میں تصرف نہ کریں۔

یہ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں: " وَعَلَى هَذَا الْأَصْلِ تَخْرُجُ مَسَائِلُ كَثِيرَةٌ وَتَنْحَلُّ بِهِ إِشْكَالَاتٌ غَيْرُ يَسِيرَةٍ"[41]

یعنی اس قاعدہ سے بہت سے مسائل اَستخراج کیے (نکالے) جا سکتے ہیں اور بہت سے پیچیدہ یا غیر آسان اِشکالات (شبہے) حل ہو سکتے ہیں۔

---

[38])(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 255إلي256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[39])(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[40])(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[41])(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

اُویسی کہتا ہے: مجملہ اُن کے مسئلہ حاضر ناظر، اولیا کرام و انبیاء عظام کا دور سے دیکھنا اور اُن کی غائبانہ مدد کرنا، اور پھر ہمارا اُن کو دور سے پکارنا اور اُن کو وسیلہ بنانا وغیرہ وغیرہ، لیکن وہابیہ دیوبندیہ انبیاو اولیاء دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے صرف انکار ہی نہیں بلکہ مشرک کا فتویٰ دیتے ہیں۔

دلیل: مذکورہ بالا تقریر سیدنا جبریل اور نکیرین کے لیے سمجھیں، اور اُن کے متعلق مستقل دلائل "حاضر و ناظر" کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔ (فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمُسْتَعَانُ)

استدلال: جبکہ سیدنا یوسف علیہ السلام زلیخا کے محل میں تھے، تو زلیخا نے اُن سے بُرے ارادے کا اظہار کیا۔ آپ اس کے بُرے ارادے کے بعد ارادہ فرمالیتے ہیں، لَوْلَآ أَن رَّءَا بُرْهَٰنَ رَبِّهِۦ (الیوسف:24)[**ترجمہ:** اگر اللہ کے برہان نہ دیکھ لیتے۔]اس آیت سے علما کرام رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا تشریف لانا ثابت کیا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"وَمِنْ ذَلِكَ مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيرٍ، وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ، وابن المنذر فِي تَفَاسِيرِهِمْ، والحاكم فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَصَحَّحَهُ"[42]

یعنی من جملہ اُن کے ایک یہ ہے جو ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم اور ابن المنذر اپنی تفاسیر میں روایت کرتے ہیں، اور حاکم مستدرک میں نقل کر کے اس کی تصحیح فرماتے ہیں کہ

(۲)عن ابنِ عبّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعالىٰ عَنْهُ في قولِه تَعالىٰ "لولا أن رَّأىٰ بُرهانَ رَبِّه"(الیوسف:24) قَالَ: مَثَّلَ لَهُ يَعْقُوبَ "[43]

حضرتِ ابنِ عبّاس سے بارِی تعالیٰ کے قول " لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرهَانَ رَبِّهِ "(الیوسف:24) کی تفسیر سے منقول ہے کہ اُس وقت حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کی صُورتِ مِثالی (غیر مادی صورت) حضرتِ یُوسف علیہ السّلام کو دِکھائی گئی۔

(۳)اسی طرح ابنِ جَریر سَعید بن جُبَیر، حُمَید بن عبدِ الرّحمٰن، مُجاہِد، قاسِم بن اَبی بزۃ، عِکرِمہ، محمّد بن سِیرین، قتادہ، اَبوصالح، شِمر بن عَطیۃ، ضحّاک اور حَسَن سے رِوایت کرتے ہیں کہ "انْفَرَجَ سَقْفُ الْبَيْتِ فَرَأَى يَعْقُوبَ" یعنی گھر کی چھت پھٹ گئی جس سے اُنہوں نے حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کو دیکھ لیا۔[44]

ایک لفظ میں اُن سے یہ ہے: "رَأَى تِمْثَالَ يَعْقُوبَ."[45] یعنی یعقوب علیہ السلام کی صورت مثالی دیکھی گئی۔

(۴)اِس بیان کے لکھنے کے بعد اِمام سُیوطی رَحمۃُاللہِ عَلَیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"فَهَذَا الْقَوْلُ مِنْ هَؤُلَاءِ السَّلَفِ دَلِيلٌ عَلَى إِثْبَاتِ الْمِثَالِ، أَوْ طَيِّ الْمَسَافَةِ، وَهُوَ شَاهِدٌ عَظِيمٌ لِمَسْأَلَتِنَا؛ حَيْثُ رَأَى يُوسُفُ – عَلَيْهِ السَّلَامُ – وَهُوَ بِمِصْرَ أَبَاهُ، وَكَانَ إِذْ ذَاكَ بِأَرْضِ الشَّامِ،"[46]

---

42)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

43)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

44)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

45)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

46)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

اِن سَلفِ صالحین کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ صُورتِ مِثالی یاطیُّ المسافت (مسافت لپیٹ دینا، فاصلہ مختصر کر دینا) کے ذریعے اس مسئلہ کا اثبات ہے۔ ہمارے مسئلہ کے لئے یہ شاہدِ عظیم ہے کہ یُوسُف علیہِ السَّلام نے، جبکہ آپ مِصر میں تھے، اپنے باپ کو دیکھا، وہ اُس وقت ارضِ شام میں تھے۔

دلائل مذکورہ لکھ کر نتیجہ کے طورپر فرماتے ہیں: "فَفِيهِ إِثْبَاتُ رُؤْيَةِ يَعْقُوبَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - بِمَكَانَيْنِ مُتَبَاعِدَيْنِ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ، بِنَاءً عَلَى إِحْدَى الْقَاعِدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ ذَكَرْنَاهُمَا، وَاللهُ أَعْلَمُ."[47]

یعنی اس سے ثابت ہوا کہ یَعقوب علیہِ السَّلام کو دو مختلف مقامات میں بیک وقت دیکھا گیا۔ اس کی بنا ہمارے اِن دونوں عبارتوں پر ہے جن کو ہم نے ابھی ذکر کیا۔ واللّٰہُ أعلَم

مزید بَراں اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ باقی رہا یہ کہ سَیّدُنا یَعقوب علیٰ نَبِیّنا علیہِ الصَّلاۃُ والسَّلام کو حضرتِ یُوسُف علیٰ نَبِیّنا وَعلیہِ الصَّلوٰۃُ والسَّلام کے متعلق علم تھا یا نہ؛ یہ وہ کسی جاہل کو ہو تو بعید نہیں، ورنہ اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ صُورتِ مُختَلِفَہ (بدلی ہوئی صورت، دوسری شکل) میں صُورتِ اَصلِیّہ (اصل حقیقی صورت) کا جلوہ ہوتا ہے۔ اور صُورتِ اَصلِیّہ کے تمام اَفعال، صُورتِ مِثالیہ میں مُرَقَّم (منتقل) ہوتے ہیں، یہاں تک کہ صُورتِ اَصلِیّہ کی حرکتِ یَد (ہاتھ کی حرکت) بِعَینِہٖ صُورتِ مِثالیہ میں حرکت ہوتی ہے۔

چُنانچہ اِمام شَعرانی قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنے مُرشِد سے چند سوالات کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

" فَقُلْتُ لَهُ: فَهَلْ تَتَّحِدُ أَفْعَالُ هَذِهِ الْأَجْسَادِ الَّتِي تَتَطَوَّرُ الْوَلِيُّ فِيهَا حَتَّى أَنَّهُ إِذَا حَرَّكَ يَدَهُ مَثَلًا تَتَحَرَّكُ يَدٌ مِنْ تِلْكَ الصُّوَرِ كُلِّهَا؟ فَقَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: نَعَمْ، فَمَا تَقَعُ مِنْ يَدٍ عَيْنِ مَا تَقَعُ مِنْ بَقِيَّةِ الْأَيْدِي.."[48](الجواھر والدرر، ص۱۶۵)

یعنی میں نے شیخ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہ سے سوال کیا کہ کیا وَلی کے ان مِثالی اَجسام کے اَفعال مُتَّحِد بھی ہوتے ہیں کہ جب اصلی ہاتھ کو حرکت دے تو وہ مِثالی ہاتھ بھی مُتَحَرِّک ہو جائیں۔ شیخ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ نے فرمایا ہاں، مُتَّحِد بھی ہوتے ہیں کہ جو فعل اصلی ہاتھ سے صادر ہو وہی مِثالی ہاتھوں میں بھی۔ یہی تو وجہ ہے کہ صُوَرِتِ مِثالیہ کے اعمال پر اصلی صورت کی وجہ سے جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

چنانچہ امام شعرانی کتابِ مذکور میں فرماتے ہیں:

"وَقَدْ سَأَلْتُ شَيْخَنَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: هَلْ يُؤَاخَذُ الْوَلِيُّ بِكُلِّ مَا فَعَلَ صَدْرُهُ مِنْ هَذِهِ الْأَجْسَادِ الَّتِي تَتَطَوَّرُ فِيهَا عَلَى السَّوَاءِ، أَمْ لَا يُؤَاخَذُ إِلَّا عَلَى الْجِسْمِ الْأَصْلِيِّ دُونَ الزَّائِدِ؟ فَقَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يُؤَاخَذُ وَيُثَابُ بِكُلِّ فِعْلٍ صَدَرَ مِنْ جَمِيعِ تِلْكَ الصُّوَرِ، وَلَوْ بَلَغَتْ أَلْفَ صُورَةٍ لَهُ أَجْرُهَا وَعَلَيْهِ وِزْرُهَا.."[49]

---

47)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

48)(الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص49، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

49)(الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص48، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

یعنی میں نے اپنے مُرشِدِ برحق رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہ سے دریافت کیا کہ وَلی کے ان مِثالی اَجسام سے جو اَفعال قابلِ گرفت صادِر ہوں تو کیا ان پر مُواخَذہ (سوال) ہو گا یا مُواخَذہ صرف جسمِ اصلی کے اَفعال پر ہوتا ہے۔ شیخ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہ نے جواباً فرمایا کہ ان مِثالی اَجسام کے اَفعال پر بھی مُواخَذہ ہو گا اگرچہ وہ اَجسامِ مِثالی ہزار ہی کیوں نہ ہوں، اور ثواب بھی ملتا ہے۔

اِس کے بعد اِمامِ شَعرانی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس دلیل پر عرض کیا۔ چُنانچہ فرماتے ہیں:

" فَقُلْتُ لَهُ: فَكَيْفَ تَدْبُرُ الرُّوحُ الْوَاحِدَةُ هَذِهِ الْأَجْسَادَ الْكَثِيرَةَ، وَكَيْفَ يُؤَاخَذُ عَلَيْهَا كُلِّهَا؟

فَقَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كَمَا يَدْبُرُ الرُّوحُ الْوَاحِدُ سَائِرَ أَعْضَاءِ الْبَدَنِ، كَذَلِكَ تَدْبُرُ الرُّوحُ هَذِهِ الْأَجْسَادَ، وَكَمَا تُؤَاخَذُ النَّفْسُ بِأَفْعَالِ الْجَوَارِحِ عَلَى مَا يَقَعُ مِنْهَا، كَذَلِكَ تُؤَاخَذُ الْأَجْسَادُ الْكَثِيرَةُ الَّتِي يُدِيرُهَا رُوحٌ وَاحِدٌ، فَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ وَقَعَ مِنْهَا يُسْأَلُ عَنْهُ تِلْكَ الرُّوحُ الْوَاحِدَةُ."[50]

یعنی پھر میں نے سوال کیا کہ ایک روح ان کثیر اَجسام کی تدبیر کیوں کر کرتی ہے؟ اور ان تمام اَجسام کے اَفعال پر مُواخَذہ کیسے ہو گا؟ فرمایا: جس طرح ایک روح ایک جسم کے تمام اعضاء کی تدبیر کرتی ہے، اسی طرح یہ ایک روح ان تمام اَجسام کی (بھی) تدبیر کرتی ہے۔ اور جس طرح اَفعالِ جَوارِح (اعضاء کے اعمال) کے باعث نفس پر مُواخَذہ ہوتا ہے، اسی طرح ان اَجسام کے اَفعال پر بھی مُواخَذہ ہو گا، چونکہ ان سب کی تدبیر ایک ہی روح کرتی ہے، لہٰذا ان سے جو کچھ صادِر ہو گا، جواب بھی اسی روح پر ہو گا۔

اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ حضرت یعقوب کو حضرت یوسف علی نبینا وعلیہم السلام کا علم یقیناً تھا۔ تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ "دَفْعُ التَّعَسُّفِ عَنْ عِلْمِ أَبِي يُوسُفَ" دیکھئے۔

ابدال کی تفصیل: اِس قَبِیل سے اَبدال کے متعلق اسلامی عقیدہ ہے، جو ہر مسلمان مِن حَیثُ الاِسلام اس عقیدہ اسلامی کا پابند ہے، اور ان کے وجود کا منکر گمراہ ہے، کیونکہ ان کے وجود پر اَحادیثِ صَحیحہ شاہد ہیں۔ صرف ایک حدیث پر اِکتفا کرتا ہوں:

" عَنْ شُرَيْحٍ، يَعْنِي ابْنِ عُبَيْدٍ، قَالَ: ذُكِرَ أَهْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْعِرَاقِ، فَقَالُوا: «الْعَنْهُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ»؟ فَقَالَ: «لَا، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: الْأَبْدَالَ». "[51]

---

[50] (الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص48، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

[51] (مسند الإمام أحمد، مسند العشرة المبشرين بالجنة، مسند الخلفاء الراشدين، ومن مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، 1/ 112، الحديث 898، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

ترجمہ: "شریح (یعنی ابن عبید) سے روایت ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عراق میں تھے، تو ان کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا، تو لوگوں نے کہا: 'اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت بھیجیے'۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'نہیں! (میں ایسا نہیں کروں گا) کیونکہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: (شام میں) ابدال ہوں گے'۔" (ن اُویسی)

سیدنا علامہ ابنُ العابدین صاحبِ فتاویٰ قدس سرہ فرماتے ہیں: " قَدْ طَعَنَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي أَحَادِيثِ الْأَبْدَالِ وَحَكَمَ بِوَضْعِهَا، وَتَعَقَّبَهُ السِّيُوطِيُّ بِأَنَّ خَبَرَ الْأَبْدَالِ صَحِيحٌ، وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ مُتَوَاتِرٌ، وَأَطَالَ، ثُمَّ قَالَ: مِثْلُ هَذَا بِالْغَيْبِ حَالَةُ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ، بِحَيْثُ يَقْطَعُ بِصِحَّةِ وُجُودِ الْأَبْدَالِ ضَرُورَةً. انتهى. "[52] (إجابۃ الغوث، ص ۲۷۲)

ترجمہ: ابن جوزی نے حسبِ عادت اَبدال کی احادیث کو موضوع (جھوٹی/ضعیف) کہہ دیا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اُن کا تعاقُب کرتے ہوئے فرمایا کہ اَبدال کی احادیث صحیح ہیں، بلکہ انہیں متواتر کہا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد طویل بحث فرمائی اور انہیں متواتر المعنی (معنوی اعتبار سے متواتر، یعنی یقینی) ثابت کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اَبدال کا موجود ہونا قطعی طور پر ثابت ہوا۔

" يَكُونُونَ بِالشَّامِ وَهُمْ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُ رَجُلًا، يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ بِهِمْ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعَذَابُ. "[53] (رواہ أحمد، مشکوۃ، ص ۵۸۳)

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اہلِ شام کا ذکر ہوا تو عرض کی گئی: " آپ اہلِ شام پر لعنت بھیجئے۔ " آپ نے فرمایا: " میں کیسے لعنت بھیجوں جبکہ میں نے حضور علیہ السلام سے کہتے سنا۔ فرمایا کہ ابدال شام کے ملک میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ جب ان میں کوئی فوت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض دوسرا مقرر کرتا ہے۔ ان کے صدقے اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے اور دشمنوں پر فتح دیتا ہے اور ان کے طفیل (وساطت یا سبب کے ذریعے) اہلِ شام سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

اس کے علاوہ مزید احادیث و دلائل و مسائل و احکام، حکایات فقیر کی کتاب " اَحکمُ المَقالِ علی وُجودِ الاَبدالِ " کا مطالعہ کیجئے۔

(**ف**) اَبدال کو اس لیے بھی اَبدال کہا جاتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔ اس پر علمائے امّت کے شواہد اور تصریحات کتابِ مذکور میں دیکھئے۔ سرِ دست تین حوالے حاضر ہیں:۔

(۱) خاتم المحدثین شیخ الاسلام سید الشہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں: " وَقِيلَ سُمِّيَتِ الْأَبْدَالُ أَبْدَالًا لِأَنَّهُمْ قَدِيرُونَ، حَلُّونَ ابْنَ الْحُكْمِ عَنْ ثُوبَانَ الْمَكَانِ، وَيُخْلَفُونَ فِيهِ كَأَنَّهُمُ الْأَوَّلُونَ، شَمِلُوا آخِرَ شَبَهِهِمْ بِشَبَهِهِمُ الْأَصْلِيِّ بَدَلًا عَنْهُ. "[54] (فتاوی حدیثیہ، ص ۴۶، مطبوعہ مصر)

یعنی بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ اولیاءِ ابدال کو ابدال اِسی لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے جب کہیں جاتے ہیں تو اصلی جسم کے بدلے میں وہاں ایک اور جسم چھوڑ دیتے ہیں جو اصلی جسم کے مُشابہ ہوتا ہے۔

---

52)(إجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والأبدال والأوتاد والغوث، ص272 ، در سعادت، إسطنبول، 1325 هـ – 1907 م)

53)(إجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والأبدال والأوتاد والغوث، ص272 ، در سعادت، إسطنبول، 1325 هـ – 1907 م)

54)(الفتاوى الحديثية، مطلب الجن تشكل كالملائكة الخ، ص 47، المطبعة الميمنية، 1890م)

(۲)" قَالَ تَاجُ الْمُحَدِّثِينَ سَيِّدُنَا الْإِمَامُ جَلَالُ الدِّينِ السِّيُوطِيُّ رَحِمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِ فِي كِتَابِهِ: "الحاوی للفتاوی، ج ا کی عبارت بھی علامہ ابن حجر کی عبارت کے مطابق ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ " اس لئے ابدال کو ابدال کہتے ہیں کہ جب وہ کسی جگہ کوچ کر جاتے ہیں تو اپنی جگہ اپنی شبیہ صورت مثالی، چھوڑ جاتے ہیں جو اس کی قائم مقام رہ کر تصرّف کرتی ہے۔

(۳) حضرت علامہ ابن العابدین صاحبِ فتاوی شامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"عَنْ الْعَارِفِ ابْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ: وَإِذَا رَحَلَ الْبَدَلُ عَنْ مَوْضِعٍ تَرَكَ بَدَلَهُ فِيهِ حَقِيقَةً رُوحَانِيَّةً تَجْتَمِعُ إِلَيْهَا أَرْوَاحُ أَهْلِ ذَلِكَ الْمُوْطِنِ الَّذِي رَحَلَ عَنْهُ هَذَا الْوَلِيُّ، فَإِنْ ظَهَرَ شَوْقٌ مِنْ أَهْلِ ذَلِكَ الْمُوْطِنِ شَدِيدٌ لِهَذَا الشَّخْصِ، تَجَدَّدَتْ لَهُمْ تِلْكَ الْحَقِيقَةُ الرُّوحَانِيَّةُ الَّتِي تَرَكَهَا بَدَلُهُ، فَكَلَّمَتْهُمْ وَكَلَّمُوهَا وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا."[55] (نقلہ الشہاب النبی الاجابۃ الغوث، ص۲۶۶ مصری)

ترجمہ: حضرت ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولیِ کامل جب ایک مکان سے کوچ کر جاتا ہے تو وہاں اپنی روحانیتِ حقیقیہ (اصل روحانی اثر) کو چھوڑ جاتے ہیں، جو وہاں پر اسی جگہ کی ارواح کو جو ان سے ملنے کا شوق (شدید خواہش) کرتی ہیں اپنی طرف جمع کر لیتی ہے۔ اور (وہ ارواح) اُس ولی کی روح سے ہم کلام ہوتی ہیں اگرچہ اُس وقت وہ ولی اُن سے غائب (موجود نہ ہو) ہوتے ہیں۔

سورج کے متعدد مقامات پر موجود ہونے کے دلائل: سورج کے مُتعدّد مقامات میں موجود ہونے پر تو کسی نے اِنکار نہیں کیا، اور نہ ہی کوئی انکار کر سکتا ہے، جب کہ اس کا ایک جسم آسمان پر ہے، اور پھر مُتعدّد مقامات پر مردگان (مرنے والے) کو مختلف اوقات کے باوجود سب کو عِندَ الغُروب (غروبِ آفتاب کے وقت) نظر آتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

(۱) وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مَثَلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ، يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُولُ: دَعُونِي أُصَلِّي."[56] (المشکوۃ، ص۲۶، باب إثباتِ عذابِ القبر)

یعنی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو میت کو غروب کا وقت دکھایا جاتا ہے، وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا کہتا ہے: "مجھے نماز پڑھنے دو۔"

(ف) دن اور رات کی کوئی گھڑی خالی نہیں جس میں بے شمار اَموات کو قبر میں داخل کیا جاتا ہو، اور انہیں ان کی ہر گھڑی اور ہر علاقہ میں سورج عِندَ الغُروب نظر آتا ہے، لیکن وہ اپنے اوقات میں بھی موجود ہوتا ہے۔

---

55)(إجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والأبدال والأوتاد والغوث، ص266 ، در سعادت، إسطنبول، 1325 هـ – 1907 م)

56)(مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب إثبات عذاب القبر، الفصل الثالث ، 1/ 50 ، الحديث 138- (14)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

(۲) وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ: «أَيْنَ تَذْهَبُ؟» قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: «فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا، وَيُوشِكُ أَنْ تَسْجُدَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا، وَتَسْتَأْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا، وَيُقَالُ لَهَا: ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا.» فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا)(یٰس:38)[57]

(متفق علیہ، مشکوۃ شریف، ص ۴۷۲)

یعنی حضور پرنور شافعِ یومِ النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج کو ڈوبتے ہوئے ملاحظہ فرما کر فرمایا: "تمہیں پتہ ہے یہ سورج اب کہاں جائے گا؟" حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ اب عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرے گا۔"

(ف) اس سے سورج کے متعدد مقامات پر بیک وقت موجود ہونے میں شک کو گنجائش نہیں اور ایسا ماننا اسلام ہے نہ کہ شرک۔

سوال: اس حدیث سے ہی سورج کے متعدد مقامات پر بیک وقت موجود ہونے کا اِستدلال کیا جاتا ہے جو ایک سوالیہ صورت میں صاحبِ روحُ المَعانی اشکال (اعتراض) پیدا کرتے ہوئے جو جواب دیتے ہیں وہی ہمارا مطلوب ہے۔ اشکال (اعتراض) کی تقریر یوں ہے کہ ہر شب آفتاب کا طلوع موقوف (رُک جانا) کر کے زیرِ عَرش قائم ہو کر سجدہ کرنا جیسے اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ ممکن نہیں کہ خلافِ مُشاہدہ ہے، خواہ یوں کہا جائے کہ آسمانوں کو یکے بعد دیگرے طے (عبور) کر کے زیرِ عرش پہنچ کر سجدہ کرتا ہے یا یوں کہیں کہ اپنی جگہ ٹھہر کر سجدہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ امامُ الحرمین وغیرہ عُلماءِ اسلام نے تصریح فرمائی کہ آفتاب کا ایک اُفق میں غروب دوسرے اُفق میں طلوع ہوتا ہے اور رات ایک جگہ طویل (لمبی) دوسری جگہ قصیر (چھوٹی) ہوتی ہے اور خطِّ استواء کے نزدیک لیل ونہار میں قدرے تفاوت (تھوڑا فرق) ہوتا ہے اور بلادِ بُلغار[58] میں بعد غروب شَفَق غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ یہ مُشاہدات اس بات پر دلالت ہیں کہ آفتاب کا طلوع موقوف نہیں ہوتا، ایک جگہ غروب ہے تو کسی نہ کسی جگہ ضرور طلوع ہو گا۔ چوبیس گھنٹوں میں ایسا کوئی وقت نہیں جس میں بعدِ غروب ٹھہر جائے اور کہیں طلوع نہ ہو۔ پس آفتاب کا سجدہ مذکورہ خلافِ مُشاہدہ ہونے کے باعث قبول نہیں۔

جواب: اس اشکال (اعتراض) کا، جو بیانِ بالا سے ظاہر ہوا اس کا، جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو مِثالی جسم اختیار کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے، لہٰذا وہ مِثالی جسم سے طلوع وغروب میں رہتا ہے اور اصلی جسم سے زیرِ عرش قائم ہو کر سجدہ بجا لاتا ہے۔

نتیجہ: ان احادیث کے ساتھ عُلَماءِ مُحقِّقین کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو متعدد مقامات پر موجود ہونے میں کسی قسم کا اشکال نہیں، جب کہ ان میں بھی خدا تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت اور قوت ہے۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ﴾

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مواقع (موقعوں) پر ایک ہی جسم متعدد مقامات پر موجود رہتا ہے نہ جسمِ مِثالی کے ساتھ بلکہ اصلی جسم کے ساتھ، جیسے کہ اس حدیث سے سورج کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ بیک وقت زیرِ عَرش بھی ہے اور طلوع وغروب کے مقامات پر بھی۔ اور اس کے اصلی ہونے کی دلیل یہی

---

[57] (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب العلامات بين يدي الساعة وذكر الدجال، الفصل الأول، 3/ 1506 ، الحديث 5468- (5)، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[58] (قدیم علماء ان علاقوں کو "بلادِ بلغار" کہتے تھے، جہاں: دن بہت لمبے ہوتے تھے، رات بہت چھوٹی ہوتی تھی بعض جگہ ایسا ہوتا تھا کہ غروبِ شفق سے پہلے ہی فجر ظاہر ہو جاتی تھی اسی لیے فقہاء ومفسرین نے مثال کے طور پر "بلادِ بلغار" کا ذکر کیا۔)

حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: " أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ؟"[59] اس حدیث میں "هذِهِ" اسمِ اشارہ کا اطلاق محسوس مُبصَر (آنکھوں سے دکھائی دینے والی چیز) کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اُن لوگوں کا خیال دفع (زائل) ہو گیا جو کہتے ہیں کہ سورج کا طلوع و غروب جسمِ مثالی کی حالت میں ہوتا ہے اور زیرِ عرش کا استقرار (ٹھہرنا) اصلی جسم سے۔

تحقیقِ عالمِ مثال: اولیاءِ کرام کا متعدد مقامات پر موجود ہونا عالمِ مِثَال کے قبیل (قسم) سے ہے اور عالمِ مِثَال میں ایک شے کا متعدد شکلوں میں متعدد مقامات میں موجود ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ واقع (ثابت شدہ) ہے اور اس کے دلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ جلالُ المِلّت والدین خاتمُ المحدّثین سیدُنا امام سیوطی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وَقَدْ أَثْبَتَ الصُّوفِيَّةُ عَالَمًا مُتَوَسِّطًا بَيْنَ عَالَمِ الْأَجْسَادِ وَعَالَمِ الْأَرْوَاحِ سَمَّوْهُ عَالَمَ الْمِثَالِ، وَقَالُوا: هُوَ أَلْطَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَجْسَادِ وَأَكْثَفُ مِنْ عَالَمِ الْأَرْوَاحِ، وَبَنَوْا عَلَى ذَلِكَ تَجَسُّدَ الْأَرْوَاحِ وَظُهُورَهَا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ مِنْ عَالَمِ الْمِثَالِ، وَقَدْ يُسْتَأْنَسُ لِذَلِكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا} [مریم:17]"[60]

یعنی صوفیائے کرام کے نزدیک ایک عالمِ مثال ہے جو عالمِ اَجسام و عالمِ اَرواح کے درمیان بَرزخی حالت (درمیانی کیفیت) رکھتا ہے، جو عالمِ اجساد سے زیادہ لَطِیف (باریک ولطیف) اور عالمِ ارواح سے زیادہ کَثِیف (قدرے مادی/جسمانی) ہے، اسے عالمِ مثال سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی عالمِ مثال کے قواعد سے ہے کہ ارواح مختلف شکلیں اختیار کر کے مختلف مقامات پر موجود ہوں۔ اس کی ایک دلیل "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً" ہے۔

" وَكَذَلِكَ قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ سَيِّدُ الْإِمَامِ شِهَابُ الدِّينِ أَحْمَدُ بْنُ حَجَرٍ الْهَيْتَمِيُّ الْمَكِّيُّ قُدِّسَ سِرُّهُ فِي الْفَتَاوَى الْحَدِيثِيَّةِ. ، ص ۴۶"[61]

گھر کی گواہی: دیوبندی مشن کے حکیمُ الاُمّت اشرف علی تھانوی کو بھی اس کا اقرار ہے، چنانچہ اپنی وعظ کی کتاب "دعواتِ عَبْدِیَّت، ص ۷۷، جلد ۲" میں لکھتا ہے: اور جسمِ مِثالی کی حقیقت یہ ہے کہ سوائے اس عالمِ ظاہر کے ایک اور عالم ہے کہ صوفیاء کو اُس کا اِنکشاف (کشف) ہوا ہے، اور نیز اِشاراتِ کتاب و سنت سے بھی اُس کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ اس عالم میں تمام اَشیاء اور تمام اَعمال و اَفعال کی صورتیں ہیں۔ خواب میں جو کچھ آدمی دیکھتا ہے وہ بھی اسی عالم کی صورتیں دیکھتا ہے۔ مثلاً خواب میں دیکھتا ہے کہ میں کلکتہ گیا ہوں اور وہاں کوٹھیاں، بنگلے اور بازاروں کی سیر کر رہا ہوں، تو یہ سب صورتیں چونکہ عالمِ مثال میں موجود ہیں اس لئے وہ خواب میں نظر آتی ہیں۔[62]

---

59)(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذي لا يقبل فيه الإيمان، 1/ 39 ، الحديث159، دار إحياء الكتب العربية)

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟(ن اُویسی)

60)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 255، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

61)(الفتاوى الحديثية. مطلب الجن تشكل كالملائكة الخ.ص 46. المطبعة الميمنية. 1890م)

(یعنی اور اسی طرح شیخ الاسلام، سیدُ الامام، شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکّی نے الفتاوی الحدیثیہ صفحہ ۴۶ میں یہی بات بیان فرمائی۔)(نوری)

62) (دعواتِ عبدیت از اشرف علی تھانوی، چوتھا وعظ، حیوٰۃ طیبہ، 2/79، مکتبہ تھانوی، مولوی مسافر خانہ، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

عالمِ مثال کی حکایات

عالمِ مثال کے متعلق مزید عجائبات (حیرت انگیز امور) ملاحظہ ہوں:

(۱) شیخ مُحی الدین ابنِ عربی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ **فُتُوحاتِ مکیّہ** میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: " إِنَّ اللهَ خَلَقَ مِائَةَ أَلْفِ آدَمٍ " یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا فرمائے۔ عالمِ مثال کے بعض مُشاہدات سے ایک حکایت لائے: ایک وقت کعبہ شریف کا طواف کرتے وقت مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے ہمراہ ایک جماعت طواف کر رہی ہے اور میں ان کو نہیں پہچانتا، اور طواف کے دوران یہ لوگ عربی کے دو بیت پڑھتے تھے، جن میں سے ایک یہ ہے: لَقَدْ طُفْنَا كَمَا طُفْتُمْ سِنِيناً بِهٰذَا الْبَيْتِ طُرّاً أَجْمَعِينَا

یعنی جس طرح تم نے طواف کیا، ہم سب نے مل کر کئی برس اس بیت اللہ کا طواف کیا۔

جب میں نے یہ بیت سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ عالمِ مثال کے ابدال ہیں۔ فوراً ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ تمہارے بزرگوں سے ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کو فوت ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تک حضرتِ آدم علیہ السلام کو سات ہزار سال پورے نہیں ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا: تو کس آدم کی بات کرتا ہے؟ ہاں، یہی آدم ہیں جو اس سات ہزار سال کے دَورِ آغاز میں پیدا ہوئے۔

(**ف**) حضرتِ شیخ الاکبر قُدِّسَ سِرُّہ نے فرمایا کہ اس وقت وہ حدیث شریف مذکورہ میرے دل میں گزری کہ اس بات کی تائید (تصدیق) کرتی ہے۔[63]

(مکتوبات شریف، دفتر دوم، حصّہ ساتواں، مکتوب ۵۸، ص ۴۲)

(۲) ایک مُعتبَر (قابلِ اعتماد) کتاب کا حوالہ نظر سے گزرا کہ ایک شخص نے حضرتِ علی المُرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: یا اَمیرَ المؤمنین! آدم علیہ السلام سے تین ہزار برس (سال) پہلے کون تھا؟ آپ نے فرمایا کہ آدم تھا۔ جب تین مرتبہ یہ بات ہوئی تو سائل نے آپ کے سامنے سر جھکایا اور خاموش ہو گیا۔ تب جنابِ وِلایت پناہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تیس ہزار مرتبہ پوچھتا رہتا کہ حضرتِ آدم سے پہلے کون تھا تو میں کہتا رہتا کہ آدم۔[64] (تاریخ فِرِشتہ، ج ۱، ص ۵)

(۳) صاحب تاریخ خَواجگی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام برحق جعفرِ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے حالات پوچھے، تو سائل کے جواب میں حضرتِ امام جعفرِ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کس آدم کے حالات پوچھتے ہو؟ اس آدم کے جو ہمارے جَدِّ امجد ہیں یا کسی اور کے؟ تو سائل نے حیران ہو کر عرض کیا کہ اے امامِ عالی مقام! کیا آدم صفی اللہ کے علاوہ اور بھی آدم ہیں؟ آں جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صفیُّ اللہ ایک سو ایک واں آدم ہیں، اور ان سے پہلے ایک سو آدم گزرے ہیں۔[65] (بوادرُ النَّوادر، ج ۱، ص ۱۵۵)

---

63) (مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب 58، 2/185، شبیر برادرز، زبیدہ سنٹر، اردو بازار، لاہور، اگست 2007ء، رجب المرجب 1428ھ)

64) (تاریخِ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ، مقدمہ، اہلِ ہندوستان کے عقائد، 1/23، المیزان ناشران و تاجران کتب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، 2008ء)

65) (بوادر النوادر از اشرف علی تھانوی، پچیسویں حکمۃ تعدد او آدم، ص 155 تا 156، ادارہ اسلامیات، انارکلی بازار، لاہور، 1985ء 1405ھ)

(۴) تاریخ طبری[66] میں ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین و آسمان کی مدت پیدائش کے متعلق سوال کیا تو آپکو حکم ہوا کہ فلاں جنگل میں ایک کنویں پر جاکر ایک کنکری اس میں ڈالو تو حقیقتِ حال آپ پر واضح ہو جائے گی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے اور کنکری ڈالی تو اس کنویں سے آواز آئی کہ کنویں پر کون صاحب ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں موسیٰ بن عمران بن یطہر تا آنکہ اپنا سلسلہ نسب حضرت آدم صفی اللہ تک گنا پھر دوبارہ آواز آئی کہ ہر زمانے میں اسی نام و نسب کا شخص اس کنویں پر آیا اور ایک کنکری ڈالی حتیٰ کہ کنواں آدھا پُر ہو گیا۔[67] (بوادر النوادر، ج۱، ص۱۵۵)

اِستدلال از اقوالِ ائمہ کرام

(۱) سَیّدُنا جلالُ الدّین رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَفِي الْمُمْكِنِ أَنْ يَخُصَّ اللهُ تَعَالَى بَعْضَ عِبَادِهِ فِي حَالِ الْحَيَاةِ بِخَاصِّيَّةٍ لِنَفْسِهِ الْمَلَكِيَّةِ الْقُدُسِيَّةِ، وَقُوَّةٍ لَهَا يَقْدِرُ بِهَا عَلَى التَّصَرُّفِ فِي بَدَنٍ آخَرَ غَيْرَ بَدَنِهَا الْمَعْهُودِ مَعَ اسْتِمْرَارِ تَصَرُّفِهَا فِي الْأَوَّلِ"[68]

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کو بوجہ اس کے نفسِ مَلَکِیّہ قُدسیّہ (پاک روحانی قوت) اور خداداد قُدرت کے اس طرح چُن لے کہ اپنے بدنِ حقیقی میں دائمی تصرّف (لگاتار اختیار) کے علاوہ دوسرے بدن میں بھی متصرّف و قادر ہو۔

(۲) " وَكَذَلِكَ قَالَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ حَجَرٍ الْهَيْتَمِيُّ الْمَكِّيُّ قُدِّسَ سِرُّهُ فِي الْفَتَاوَى الْحَدِيثِيَّةِ. ، ص ۴۶ "[69]

(۳) سیدنا امام ربانی محبوب سبحانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مکتوبات کے صفحہ نمبر ۵۷ میں فرماتے ہیں:

"چون جنّات را این قدرت هست که به اشکال مختلف متشکّل شوند و به هیئت‌های عجیب و غریب ظاهر آیند، اگر این امور برای اولیاء الله حاصل گردد چه جای تعجّب است؟ تصرّف ایشان در بدن دیگر از همان قبیل است. آنچه منقول است که بعضی از اولیاء در یک ساعت در اماکن متعدّد حاضر می‌شوند و لطائف و ظرائف از خود ظهور می‌دهند و به صور مختلف مشاهده می‌گردند این‌ها نتیجهٔ همان تصرّف باطنی است. چنان‌که مشهور است بعضی بزرگان در حالی که در هند سکونت دارند، هم‌زمان نزد عزیزانِ خود نیز دیده شده و در حرمِ مکه طواف‌کننده نیز مشاهده گردیده‌اند. گروهی می‌گویند «ما ایشان را آن‌وقت در روم دیدیم» و گروهی می‌گویند «در همان ساعت ایشان را در بغداد دیدیم.» اینان همان صورتِ آن بزرگ‌اند که به اشکال گوناگون متصرّف شده و در اماکن متعدّد حضور یافته‌اند. این صورت گاهی در عالمِ شهادت است و گاہی در عالمِ مثال. بنابر این در یک شب هزاران سعادتمند از زیارتِ حضرتِ سرورِ عالم صلی الله‌علیه وآله وسلّم شرفیاب می‌شوند و از فیوضاتِ آن صورتِ مبارک بهره‌مند می‌گردند یا از لطائفِ همان صور فیض می‌برند. به ہمیں سان مریدان نیز از صورِ مثالِ مشایخِ خود فیض می‌جویند و مشکلاتِ ایشان حل می‌گردد. "[70]

---

66) اس کے مصنف امام محمد بن جریر ہیں جو صاحب تفسیر طبری ہیں، جو تیسری صدی کے مجدد ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی، ص ۱۵۲)

67) (بوادر النوادر از اشرف علی تھانوی، پچیسویں حکمۃ تعدد اور آدم، ص155، ادارہ اسلامیات، انار کلی بازار، لاہور، 1985ء 1405ھ)

68) (الفتاوى الحديثية. مطلب الجن تشكل كالملائكة الخ.ص 46. المطبعة الميمنية. 1890م)

ترجمہ: اور اسی طرح علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے الفتاوی الحدیثیہ صفحہ ۴۶ میں بھی یہی بات فرمائی۔

69) (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، الملجلي في تطور الولي، 1/ 255، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر : 1424 هـ - 2004 م)

70) (مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب58، 2/187 تا 188، شبیر برادرز، زبیدہ سنٹر، اردو بازار، لاہور، اگست 2007ء، رجب المرجب 1428ھ)

ترجمہ: جب جِنّات کو یہ طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلیں اختیار کر کے عجیب و غریب صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، تو اولیاء اللہ کو یہ اُمور حاصل ہوں تو حیرت کی بات کیوں؟ ان کا دوسرے جسم میں تصرف اسی قبیل سے ہے۔ جو یہ منقول (بیان شدہ) ہے کہ اولیاء اللہ ایک گھڑی میں متعدد مقامات پر حاضر ہو کر لطائف و ظرائف (روحانی باریکیاں) دکھاتے ہیں اور مختلف شکلوں میں ہوتے ہیں یہ اسی تصرفِ باطنی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ بعض بزرگوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہندوستان میں رہتے ہوئے اپنے عزیزوں کے ہاں بھی ہیں، اور حرم مکّہ میں طواف کرتے ہوئے بھی دیکھے جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ اسی وقت کے متعلق کہتے ہیں: "ہم نے اس وقت انہیں روم میں دیکھا"، اور دوسرے کہتے ہیں: "اسی گھڑی انہیں بغداد میں دیکھا"۔ یہ انہی بزرگ کی واقعی وہی صورت ہے، جو انہوں نے مختلف شکلیں اختیار کر کے تصرف کیا اور متعدد مقامات پر موجود ہوئے۔ یہ صورت کبھی عالمِ شہادت میں ہوتی ہے، اور کبھی عالمِ مثال میں۔

چنانچہ ایک رات میں ہزاروں سعادتمند حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں، یہ اسی صورتِ مبارکہ کے لطائف سے ہے۔ اسی طرح مریدین اپنے مشائخ کی صُوَرِ مثالیہ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور مشکلات حل کراتے ہیں۔

(۴) شیخ المحققین سیدنا شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آوردہ‌اند کہ شیخ علاء‌الدین قونوی می‌گوید: بعید نیست گفتہ شود کہ از ارواح مقدسہ انبیاء بعد از مفارقت بہ منزلہ ملائکہ است، بلکہ افضل ایشاں نیز چنانکہ ملائکہ متمثل می‌شوند در صور مختلف، کذا جائز است کہ ارواح مقدسہ انبیاء نیز متمثل گردند و ممکن است این تصرف برخی خواص عباد را در حالت حیات نیز دید و روح واحد در ابدان متعددہ غیر بدن معہود و متفرقہ گردد."[71] (جذب القلوب)

ترجمہ: اولیاء کرام کا متعدد مقامات پر ہونا بعید نہیں، کیونکہ ارواحِ مقدسہ انبیاء بعد وصال (وفات کے بعد) بمنزلہ ملائکہ کے ہوتی ہیں، بلکہ ان سے بھی افضل ہیں۔ جیسے ملائکہ مختلف شکلوں میں آسکتے ہیں، اسی طرح انبیاء کرام اور عالمِ دنیا کی حیات میں بھی بعض حضرات کو اس کا تَصرّف (اختیار/قدرت) حاصل ہوتا ہے کہ ایک ہی روح متعدد اَبدان (جسموں) میں مَعۡہُود (مقرر) بدن کا غیر تصرف کرے۔

(۵) شیخ المشائخ سید شیخ عبد القدوس گنگوہی قُدِّسَ سِرُّہ فرماتے ہیں کہ ہم نے شیخ فخر الدین جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ شیخ حسین سرہرپوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سارے فرائض، جس میں نماز بھی شامل ہے، کے تارک (چھوڑنے والے) ہیں، باوجود یہ کہ زبردست عالِم ہیں۔ تو شیخ موصوف نے فرمایا: ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ نماز وغیرہ نہیں پڑھتے۔ وہ ایک مردِ شہسوار ہیں۔ ہاں، ان کا طریقہ قلندریہ ہے۔ عزیزِ من! قلندریہ کا بظاہر فرائض ترک کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کو مرتبہ روحی (روحانی مقام) عطا فرمایا ہے، اور قدرت دی ہے کہ بہ سبب تَجَسُّد (جسمانی شکل اختیار کرنا) ارواح کے ایک حالت میں اور ایک وقت چند جگہ ظاہر ہوں۔

پس اگر کبھی کسی مقام میں ترکِ فرائض ان سے معلوم ہوں تو انکار نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت میں کسی دوسرے مقام میں دوسرے جسد سے فرائض ادا کر لیتے ہوں، یا اس وجہ سے کہ ان کی عقل میں، جس پر کہ وہ مکلّف ہونے کا دارومدار ہے، خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر

---

71) (جذب القلوب اِلی دیار المحبوب، در فصلی سہ پیرامون احوال برزخیہ و حیات انبیا بحث می شود، ص 234، مطبع مجتبائی، دھلی)

بعض اُمور ان سے عقل و ہوشیاری نظر آتے ہیں، مگر چونکہ عقل ان کے اندر اس قدر نہیں کہ جس کی وجہ سے مکلف ہو، اس وجہ سے غیر مکلف ہوتے ہیں۔[72] (کذا فی لطائف قدوسی، لطیفہ ۲۹، واقعہ ۵۷، مطبوعہ مصر)

(۶) حضرت مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" الْوَلِيُّ إِذَا تَحَقَّقَ فِي وِلَايَتِهِ تَمَكَّنَ مِنَ التَّصَوُّرِ فِي رُوحَانِيَّتِهِ، وَيُعْطَى مِنَ الْقُدْرَةِ التَّصْوِيرَ فِي صُوَرٍ عَدِيدَةٍ، وَلَيْسَ ذَلِكَ بِمُحَالٍ؛ لِأَنَّ الْمُتَعَدِّدَ هُوَ الصُّورَةُ الرُّوحَانِيَّةُ، وَقَدِ اشْتُهِرَ ذَلِكَ عِنْدَ الْعَارِفِينَ بِاللهِ "[73] (الحاوي للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۰)

ترجمہ: جب ولی کی ولایت متحقق (ثابت / کامل) ہو جاتی ہے تو اسے اپنی روحانیت (باطنی قوت) کے ذریعہ متعدد صورتوں اور مختلف شکلوں میں متشکل (ظاہر) ہونے کی قدرت دی جاتی ہے۔ اور یہ بات محال (ناممکن) بھی نہیں، کیونکہ متعدد ہونے والی صورت صورتِ روحانی ہوتی ہے، اور یہ مسئلہ عارفین باللہ کے ہاں مشہور و معروف ہے۔

(۷) حضرت علامہ موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ السبکی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الْكَرَامَاتُ أَنْوَاعٌ - إِلَى أَنْ قَالَ: الثَّانِي وَالْعِشْرُونَ التَّطَوُّرُ بِأَطْوَارٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَهَذَا الَّذِي تُسَمِّيهِ الصُّوفِيَّةُ بِعَالَمِ الْمِثَالِ، وَبَنَوْا عَلَيْهِ تَجَسُّدَ الْأَرْوَاحِ، وَظُهُورَهَا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ مِنْ عَالَمِ الْمِثَالِ "[74] (الحاوي للفتاوی، ج ۱، ص ۳۴۲)

ترجمہ: ابنِ سبکی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ کرامات کی کئی قسمیں ہیں، یہاں تک کہ اس کی بائیسویں قسم یہ ہے کہ ولی اللہ مختلف اطوار (شکل و صورت / حالات) میں بدلتا رہتا ہے۔ اسی کو صوفیا کرام عالمِ مثال کہتے ہیں۔

اس پر ان کے قاعدہ کی بنا ہے کہ عالمِ ارواح مختلف اجسام میں آکر عالمِ مثال میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کلیہ کی دلیل باری تعالیٰ کا قول ہے: "فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيّاً"[75] (مریم:17)

(**ف**) اسی میں قضیبُ البان[76] کا قصہ بھی ہے، جسے فقیر نے "قضیبُ البان" کے بیان میں لکھا۔ آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۸) یہاں پر ابن السبکی نے قضیب البان کا واقعہ بھی بیان کیا، اور ان کے علاوہ اور قصّے بھی ذکر فرمائے جو آگے چل کر کچھ بیان کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

(۹) سیدنا ابو الباس سید احمد بدوی الشریف رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الدُّنْيَا كُلُّهَا خُطْوَةٌ عِنْدَ أَوْلِيَاءِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ "[77]

---

72) (لطائفِ قُدوسی [مترجم]، اسلام و ایمان کے بغیر صُدورِ خوارق اور وُرُود اسرار گمراہی ہے، لطیفہ: 29، ص 61، سیرت فاؤنڈیشن، سمن آباد، لاہور، 2015ء)

73) (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

74) (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

75) (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 260، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

76) حضرت قضیب البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: یہ ایک مشہور بزرگ اور صاحب کرامت ولی گزرے ہیں۔ ان کی طرف منسوب ایسے واقعات کتبِ تصوف (مثلاً فتوحاتِ مکیہ) میں بھی ملتے ہیں۔ (ابن اُویسی)

77) (الطبقات الكبرى، المسماة بلواقح الانوار في طبقات الاخيار ، 287 - ومنهم السيد الحسيب النسيب أبو العباس سيدي أحمد البدوي الشريف رضي الله تعالى عنه، ص263، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2018 م)

یعنی دنیا ساری کی ساری اولیاء اللہ کے نزدیک ایک قدم ہے۔(طبقات کبری للشعرانی، ص ۱۶۳، ج ۱، مطبوع مصر)

(۱۰) امام احمد ابو العباس مرسی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَالطَّيُّ الْأَصْغَرُ لِعَامَّةِ هَذِهِ الطَّائِفَةِ أَنَّ تَطْوِيَ لَهُمْ الْأَرْضَ مِنْ مَشْرِقِهَا إِلَى مَغْرِبِهَا فِي نَفْسٍ وَاحِدٍ."[78]

یعنی طَیّ اَصغر[79] عامہ اولیا اللہ کو حاصل ہے، وہ یکہ زمین مشرق سے مغرب تک ایک سانس میں ان کو طے کرادی جاتی ہے۔(کتاب مذکور، ص ۱۲، ج ۲)

(۱۱) حضرت سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب "مستطاب سبع سنابل شریف" میں یہی مسئلہ نہایت احسن طریقے سے سمجھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"اگر آئینه را مقابل آسمان بداری، عکس آسمان و عکس آفتاب که برچهارم آسمان است دراں صفا پیدا آید و اگر آسمان حائل نباشد، جمله علویات و سفلیات درو متجلی شود و تو درجمله امکنه حاضر باشی"[80]

یعنی اگر آئینہ کو آسمان کے مقابل رکھو تو آسمان کا عکس اور آفتاب کا عکس جو چوتھے آسمان پر ہے، دونوں اُس میں آجائیں گے۔ اور اگر آسمان حائل نہ ہو تو جملہ علویات و سفلیات (اوپر و نیچے کے تمام وجود / مقامات) کا عکس اس میں آجائے۔ اسی طرح اگر تمہارا آئینہ دل (دل کی بصیرت / روحانی آئینہ) روشن ہو جائے تو جملہ علویات و سفلیات اس میں جلوہ گر ہو جائیں اور تم سب مکانوں میں حاضر ہو جاؤ۔

(ف) یہ کتاب سبع سنابل شریف کا حوالہ ہے، جو بشہادتِ عارف باللہ سیدنا شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی قدس سرہ بارگاہِ رسالت میں مقبول ہو چکی ہے، اور دَربار دُربار (ہر بار اور ہر جگہ) باجملہ خویشاں و الغیار (اپنے اور غیر اپنے افراد) سے اس پر مہرِ تصدیق (تصدیق کا مہر) ثبت کی گئی ہے۔

(۱۲) اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت، مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ سے کسی نے عرض کیا کہ "حضور! اولیا ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟" آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت کو قبول کر سکتے ہیں۔"[81] (ملفوظات شریف)

لطیفہ: بعض دیوبندی جمہور اہلِ سنت کی تحقیق سے آنکھ چرا کر کبھی کبھی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملتِ مائۃ حاضرہ، مؤید ملت قاہرہ، امام احمد رضا خان صاحب قدس سرہ پر خوب برستے ہیں، جب کہ انہیں کسی عبارت سے یہ بات محسوس ہو گئی۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مذکورہ عبارت پر بعض جاہل یا متجاہل (ناواقف) دیوبندی خوب برستے ہیں۔

دیوبندی کا جاہلانہ تعارض: چنانچہ پروفیسر کریم بخش مظفر گڑھی نے "چہل مسئلہ حضرات بریلویہ"، جسے سرفراز گکھڑوی نے بڑی آن بان سے شائع کیا، میں عبارتِ مذکورہ لکھ کر فساد کی آگ لگا کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یوں ہدفِ ملامت بنایا کہ

---

78) (الطبقات الكبرى، المساة بلواقح الانوار في طبقات الاخيار ، 310 - ومنهم الشيخ سيدي الإمام أحمد أبو العباس المرسي رضي الله تعالى عنه، ص303، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، 2018 م)

79) طیّ اصغر: یہ جسمانی یا ظاہری فاصلوں کو سمیٹنا ہے۔ یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک جگہ سے دوسری جگہ منٹوں میں پہنچ جانا۔ اسے "اصغر" (چھوٹی) اس لیے کہا گیا کیونکہ صوفیاء کے نزدیک ظاہری زمین کا سفر کرنا، باطنی مقامات (قربِ الٰہی) طے کرنے کے مقابلے میں بہت چھوٹی بات ہے۔ (ن اُویسی)

80) (سبع سنابل فارسی، سنبلۂ ہشتم: دربیانِ ذکرِ میلادِ شریف و فضائل آں، ص 98، نسخہ قدیمی مطبع مجتبائی، دہلی)

81) (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مکمل چار حصے)، اولیاء اللہ کا ایک وقت میں متعدّد جگہ موجود ہونا، ص 176، مکتبۃُ المدینہ باب المدینہ کراچی)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی اختیارات دینے کے بعد اب یہ نام کا مجدد دیگر لوگوں(اولیاء اللہ) کو بھی علم وقدرت میں حق تعالیٰ کا شریک مانتا ہے۔ چنانچہ اس جواب (یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارت کے جواب سے) صاف ظاہر ہے کہ ایک ولی ہزاروں جگہ حاضر ہوجاتا ہے۔"[82](چہل مسئلہ، ص۱۱)

بھلا بتایئے، اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کیا قصور ہے، جب کہ اس سے پہلے تمام علمائے اُمّت اور صُلحائے ملّت نے بھی اس سے کچھ زیادہ بیان لکھ دیا تھا۔ لیکن ایسے دیوبندیوں کی خیانت پر حیرانی ہوتی ہے کہ انہوں نے عوام کو بہکانے کے غلط طریقے اختیار کر رکھے ہیں۔ اسی طرح کی کئی خیانتیں اور جھوٹ پروفیسر مذکور نے تحریر کیے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کا بہترین رد بھی لکھا جاچکا ہے، جسے فاضلِ جلیل مولانا ابو الفیض محمد عبد الکریم صاحب ابدالوی چشتی رضوی، خانقاہ ڈوگراں نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے: "دیوبندیوں کے جھوٹ اور خیانتیں"۔

اعجوبہ: گکھڑوی کے پروفیسر صاحب اور ان جیسے جاہل دیوبندیوں وہابیوں کی توحید بھی عجیب ہے کہ کسی کو ہزاروں جگہ حاضر وناظر ماننا خدا تعالیٰ کا شریک بنا دینا ہے۔ اب اس عقیدہ غلیظہ کو سامنے رکھ کر فقیر کے دلائل اور پھر ان کے اکابر کے حوالہ جات پر غور کیجئے۔ اس کے بعد ایسے جاہلوں کی غلط روی پر خوب ہنسئے۔

(۱۳) سیدنا ابو المواہب امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

" وَمِنْهَا شُهُودُ الْجِسْمِ الْوَاحِدِ فِي مَكَانَيْنِ فِي آنٍ وَاحِدٍ، كَمَا رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ نَفْسَهُ فِي أَشْخَاصِ بَنِي آدَمَ السَّعَدَاءِ حِينَ اجْتَمَعَ بِهِمْ فِي السَّمَاءِ الْأُولَى الخ "[83](الیواقیت، ص۳۶، ج۲)

یعنی ان میں سے بعض یہ بھی ہے کہ ایک جسم کا آنِ واحد(ایک ہی وقت) میں دو مکانوں(دو جگہوں) میں موجود ہونا، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بنی آدم کے سعادت مندوں میں دیکھا، جبکہ وہ آپ کو اول آسمان میں بھی ملے۔

اور انسانی روحیں جب مقدس ہو جاتی ہیں تو کبھی اپنے بدنوں سے الگ ہو کر، ان ہی بدنوں کے دوستوں یا دوسری شکلوں میں ظاہر ہو کر، جبریل علیہ السلام کی طرح، جیسا کہ دِحیہ کلبی یا بعض اعرابی کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ تشریف لے جاتے ہیں، اور ان کا اپنے بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے، اور وہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے بدنوں سے ان روحوں کے کام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء قُدِّسَت اَسرارُہم کے متعلق منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر دیکھے جاتے ہیں، اور یہ بات صرف اس وجہ

---

82) (چہل مسئلہ حضراتِ بریلویہ از پروفیسر کریم بخش مظفر گڑھی، ص14، طبع پنجم، جولائی 2004ء)

83) (اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر للشعراني، المسماة بلواقح الانوار في طبقات الاخيار، المبحث الرابع والثلاثون في بيان صحة الإسراء وتوابعه وأنه رأى من الله تعالى صورة ما كان يعلمه منه في الأرض لا غير وما تغيرت عليه صلى الله عليه وسلم صورة اعتقاده حال كونه في الأرض ، فإن قلت : فهل ثم في المعراج إلى السماء بالجسم أو الروح الخ، ص277، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2007 م)

سے ہے کہ ان کی روحیں قوتِ تجرّد اور انتہائے تقدّس میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اس وجہ سے دو روحیں متمثل (ظاہر) ہو کر کسی جگہ وارد ہوتی ہیں، حالانکہ ان کا اصلی بدن دوسرے مقام پر ہوتا ہے۔

(۱۳) یہی علامہ موصوف اسی روح المعانی میں اسی مقام پر تھوڑا سا آگے چل کر لکھتے ہیں:

"وَهَذَا أَمْرٌ مُقَرَّرٌ عِنْدَ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ، مَشْهُورٌ فِيمَا بَيْنَهُمْ، وَهُوَ غَيْرُ طَيِّ الْمَسَافَةِ، وَإِنْكَارُ مَنْ يَنْكُرُ كُلًّا مِنْهُمَا عَلَيْهِمْ مَكَابَرَةٌ لَا تَصْدُرُ إِلَّا مِنْ جَاهِلٍ أَوْ مُعَانِدٍ. وَقَدْ عَجِبَ الْعَلَّامَةُ التَّفْتَازَانِيُّ مِنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ أَهْلِ السُّنَّةِ، أَي كَابْنِ مُقَاتِلٍ، حَيْثُ حَكَمَ بِالْكُفْرِ عَلَى مُعْتَقِدِ مَا رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ قُدِّسَ سِرُّهُ أَنَّهُمْ رَأَوْهُ بِالْبَصْرَةِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَرُئِيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ بِمَكَّةَ، وَمَبْنَاهُ زَعْمٌ أَنَّ ذَلِكَ مِنْ جِنْسِ الْمُعْجِزَاتِ الْكُبَرِ، وَهُوَ مِمَّا لَا يُثْبِتُ كَرَامَةً لِوَلِيٍّ، وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ الْمُعْتَمَدَ عِنْدَنَا"[84]

نوٹ: اس کی تفصیلی گفتگو بحث معراج میں بیان ہو چکی ہے۔

(۱۴) یہی امام ممدوح الصدر اسی کتابِ مذکور میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

" ثُمَّ إِنَّ الْمُعْتَرِضَ يَنْكُرُ عَلَى الْأَوْلِيَاءِ مِثْلَ هَذَا فِي تَطَوُّرَاتِهِمْ، وَقَدْ كَانَ قَضِيبُ الْبَانِ يَتَطَوَّرُ فِيمَا شَاءَ مِنَ الصُّوَرِ فِي أَمَاكِنَ مُتَعَدِّدَةٍ وَكُلُّ صُورَةٍ خُطِبَ فِيهَا أُجِيبَ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "[85]

ترجمہ: وہ منکر جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ متعدد مقامات پر بیک وقت کیسے پہنچ سکتے ہیں، حالانکہ حضرت قضیبُ البان رحمہ اللہ تعالیٰ مختلف صورتوں میں مختلف مقامات پر جہاں چاہتے تشریف لے جاتے اور صورت و شکل میں جواب عنایت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کو تمام قدرتیں حاصل ہیں۔

(۱۵) حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَالْأَنْفُسُ النَّاطِقَةُ الْإِنْسَانِيَّةُ إِذَا كَانَتْ قُدْسِيَّةً قَدْ تَنْسَلِخُ عَنِ الْأَبْدَانِ وَتَذْهَبُ مُتَمَثِّلَةً ظَاهِرَةً بِصُوَرِ أَبْدَانِهَا أَوْ بِصُوَرٍ أُخْرَى كَمَا يَتَمَثَّلُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَظْهَرُ بِصُورَةِ دَحْيَةٍ أَوْ بِصُورَةِ بَعْضِ الْأَعْرَابِ كَمَا جَاءَ فِي صَحِيحِ الْأَخْبَارِ حَيْثُ يَشَاءُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَعَ بَقَاءِ نَوْعِ تَعَلُّقٍ لَهَا بِالْأَبْدَانِ الْأَصْلِيَّةِ يَتَأَتَّى مَعَهُ صُدُورُ الْأَفْعَالِ مِنْهَا كَمَا يُحْكَى عَنْ بَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ قُدِسَ أَسْرَارُهُمْ أَنَّهُمْ يَرَوْنَ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ فِي عِدَّةِ مَوَاضِعَ وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِقُوَّةِ تَجَرُّدِ أَنْفُسِهِمْ وَغَايَةِ تَقَدُّسِهَا فَتَمَثَّلَتْ وَتَظْهَرُ فِي مَوْضِعٍ وَبَدَنُهَا الْأَصْلِيُّ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ:

لَا تَقُلْ دَارَهَا بِشَرْقِي نَجْدٍ ... كُلُّ نَجْدٍ لِلْعَامِرِيَّةِ دَارٌ

---

[84] (تفسير الألوسي روح المعاني، سورة يس: الآيات 28إلى39، 12/ 14،دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 هـ - 1994م)

[85] (اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الأكابر للشعراني، المسماة بلواقح الانوار في طبقات الاخيار،المبحث الرابع والثلاثون في بيان صحة الإسراء وتوابعه وأنه رأى من الله تعالى صورة ما كان يعلمه منه في الأرض لا غير وما تغيرت عليه صلى الله عليه وسلم صورة اعتقاده حال كونه في الأرض ، فإن قلت : فهل ثم في المعراج إلى السماء بالجسم أو الروح الخ، ص277، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2007 م)

وَهَذَا أَمْرٌ مُقَرَّرٌ عِنْدَ السَّادَةِ الصُّوفِيَّةِ مَشْهُورٌ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ طَيِّ الْمَسَافَةِ وَإِنْكَارُ مَنْ يَنْكُرُ كِلَا مِنْهُمَا عَلَيْهِمْ مُكَابَرَةٌ لَا تَصْدُرُ إِلَّا مِنْ جَاهِلٍ أَوْ مُعَانِدٍ، وَقَدْ عَجِبَ الْعَلَّامَةُ التَّفْتَازَانِيُّ مِنْ بَعْضِ فُقَهَاءِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَيِ كَابِنِ مُقَاتِلٍ حَيْثُ حَكَمَ بِالْكُفْرِ عَلَى مُعْتَقِدِ مَا رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ قُدِسَ سِرُّهُ أَنَّهُمْ رَأَوْهُ بِالْبَصْرَةِ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ وَرُئِيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ بِمَكَّةَ، وَمَبْنَاهُ زَعْمٌ أَنَّ ذَلِكَ مِنْ جِنْسِ الْمُعْجِزَاتِ الْكِبَارِ وَهُوَ مِمَّا لَا يُثْبَتُ كَرَامَةً لِوَلِيٍّ وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ الْمُعْتَمَدَ عِنْدَنَا جَوَازُ ثُبُوتِ الْكَرَامَةِ لِلْوَلِيِّ مُطْلَقًا إِلَّا فِيمَا يُثْبَتُ بِالدَّلِيلِ عَدَمُ إِمْكَانِهَا كَالِاتِّيَانِ بِسُورَةٍ مِثْلَ إِحْدَى سُوَرِ الْقُرْآنِ، وَقَدْ أَثْبَتَ غَيْرُ وَاحِدٍ تَمَثُّلَ النَّفْسِ وَتَطَوُّرَهَا لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْوَفَاةِ وَادَّعَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَدْ يَرَى فِي عِدَّةِ مَوَاضِعَ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ مَعَ كَوْنِهِ فِي قَبْرِهِ الشَّرِيفِ يُصَلِّي، وَقَدْ تَقَدَّمَ الْكَلَامُ مُسْتَوْفًى فِي ذَلِكَ "[86] (روح المعانی، ج ۲، ص ۱۳)

ترجمہ: اور یہ امر (بات / مسئلہ) سادات صوفیاء کے نزدیک ثابت شدہ اور ان کے درمیان مشہور ہے۔ اور یہ طی المسافت (فاصلہ طے کرنے / مسافت طے کرنے) کے علاوہ ہے۔ جو شخص ان دونوں کمالات (طی مسافت اور بیک وقت متعدد مقامات میں موجود ہونا) کا منکر ہے، اس کا انکار مکابرہ (تکبر / جھوٹی ضد) ہے، جو سوائے جاہل (ناواقف) یا مُعانِد (مخالفت کرنے والا) کے کسی سے صادِر نہیں ہو سکتا۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے ابنِ مقاتل جیسے بعض فقہاء اہلِ سنت پر سخت تعجب (حیرت) کا اظہار کیا ہے، اس حیثیت سے کہ انہوں نے ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا، جو ابراہیم بن ادہم قدس سرہ کے متعلق اس روایت کا معتقد تھا کہ لوگوں نے انہیں ذوالحج کی آٹھویں تاریخ کو بصرہ میں دیکھا، اور وہ اسی دن مکہ میں بھی دیکھے گئے۔ ان کے حکمِ کفر کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہونا انبیاء علیہم السلام کے بڑے معجزات میں سے ہے، اور یہ وہ اُمور ہیں جو ولی کے لیے بطورِ کرامت ثابت نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ ہم اہلِ سنت کے نزدیک معتبر مسلک یہ ہے کہ نبی کا معجزہ ولی کے لیے بطورِ کرامت ثابت ہو سکتا ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، سوائے اس معجزہ کے جس کا صدور ولی کے حق میں ناممکن ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو جائے۔ جیسے کہ قرآن مجید کی کسی سورت کی مثل لے آنا۔ اس کے سوا باقی تمام معجزات (چاہے وہ کتنے ہی عظیم الشان ہوں)، اولیاء اللہ کے لیے بطورِ کرامت ان کا صدور و ظہور (ظاہر ہونا / صادر ہونا) ہو سکتا ہے۔ اور بکثرت علماء محققین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد آپ کی روحِ مقدس کے متمثل ہو کر ظہور فرمانے کو ثابت کیا ہے، اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں بہت سی جگہوں میں دیکھے جاتے ہیں، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور اس مسئلے (موضوع) میں اس سے پہلے نہایت تفصیلی کلام گذر چکا ہے۔

علامہ موصوف چند سطریں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ " وَلَيْسَ ذَلِكَ مِمَّا ادَّعَى الْحَكِيمِيُّونَ اِسْتِحَالَتَهُ مِنْ شُغْلِ النَّفْسِ الْوَاحِدَةِ أَكْثَرَ مِنْ بَدَنٍ وَاحِدٍ، بَلْ هُوَ أَمْرٌ وَرَاءَهُ كَمَا لَا يُخْفَى عَلَى مَنْ نُورُ اللهِ تَعَالَى بَصِرِيَّتُهُ. "[87]

---

86) (تفسير الألوسي روح المعاني، سورة يس: الآيات 28إلى39، 12/ 14،دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 هـ - 1994م)

87) (تفسير الألوسي روح المعاني، سورة يس: الآيات 28إلى39، 12/ 15،دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415 هـ - 1994م)

ترجمہ: اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان مقدس ہستیوں کا ایک وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہونا اُس قسم میں داخل نہیں جو فلاسفہ نے محال (ناممکن) قرار دیا ہے، یعنی انہوں نے کہا تھا کہ ایک روح کا بیک وقت ایک سے زائد بدنوں سے تعلق رکھنا محال ہے۔ بلکہ یہ کمال ان بزرگوں کا اُن صورتوں سے بالاتر ہے جنہیں فلاسفہ نے ناممکن قرار دیا۔ اور یہ حقیقت اُن صاحبانِ بصیرت (دانشور/عالم) پر واضح ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے بصیرت عطا فرمائی۔

اکابرِ دیوبند کے اَقوال سے اِستدلال

(۱) حضرت حاجی امدادُاللہ مہاجرِ مکی جو دیوبندیوں کے تمام اکابر واَصاغر (بڑے اور چھوٹے) کے مسلّم مُقتدا (تسلیم شدہ پیشوا) ہیں، "فیصلہ ٔ ہفت مسئلہ ص ۷" پر لکھتے ہیں: "رہا یہ شبہ (اشکال) کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف (کمزور) شبہ ہے۔ آپ کے علم و روحانیت (باطنی علمی و روحانی مقام) کی وُسعت جو دلائلِ نقلیہ (قرآن و حدیث سے دلائل) و کشفیہ (روحانی مشاہدات) سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ (نہایت معمولی) سی بات ہے۔ علاوہ اس کے اللہ کی قدرت (قدرتِ کاملہ) تو محلِ کلام (بحث کی جگہ) نہیں۔"[88]

(۲) دیوبندیوں کا حکیمُ الامت مولوی اشرف علی تھانوی "نوادرُ البوادر، ص ۳۹۸" میں شیخ حسین جونپوری کا ایک واقعہ نقل کرکے لکھتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو مرتبۂ رُوحی (روحانی درجہ) عطا فرمایا ہے اور قدرت دی ہے کہ بسبب تجسدِ ارواح (روحوں کے جسم اختیار کرنے کی وجہ سے) ایک حالت میں اور ایک مقام میں چند جگہ ظاہر ہوں۔[89]

(۳) تھانوی مذکور "نشرُ الطیب" کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ "بنابر قواعدِ تصوف (تصوف کے اصولوں کے مطابق) یہ ممکن ہے کہ جسمِ عنصری (مادی جسم) ملکوت (فرشتوں کی دنیا) میں پہنچ کر جسمِ مثالی، ناسوت (انسانی دنیا) میں رہا ہو۔[90]

(ف) تھانوی کا اِس عبارت سے منشا (مطلب) یہ ہے کہ حضور ﷺ معراج کی رات زمین پر بھی رہے اور عالمِ ملکوت پر بھی تشریف لے گئے دونوں جگہ حاضر رہے ایک جگہ جسمِ عنصری سے اور دوسری جگہ جسمِ مثالی سے۔ یہی بات تو ہم کہتے ہیں لیکن خدا بیڑا غرق کرے تعصّب (اندھی ضد) کا وہ حق و باطل (سچ اور جھوٹ) کی تمیز (فرق) نہیں کرنے دیتا۔ وہی بات ہم کہیں تو شرک اگر وہ کہیں تو عینِ اسلام۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ)

عقلی دلیل: اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیٰ نبینا علیہ السلام بہت اُونچے مراتب (درجوں) کے مالک ہیں لیکن جِنّات تو ایک معمولی مخلوق ہے جن کے وجود (ہونے) کا اسلام کا عاشق (سچا مسلمان) انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ صرف ان کے وجود کا اقرار (ماننا) ہے بلکہ ہمارے مخالفین کو یہ بھی اعتراف (تسلیم) ہے کہ وہ بیک

88) (مسئلہ ہفت روزہ از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، پہلا مسئلہ: مولود شریف، مسئلہ حاضر و ناظر اور حاجی صاحب کی ایمان افروز تحریر، ص26، مُسلم کتابوی، لاہور، 1986ء، 1406ھ)

89) (بوادر النوادر از اشرف علی تھانوی، چھبیسواں نادرہ در تحقیق مشرب قلندران در ترک فرائض از لطائف قدوسی، ص399، ادارہ اسلامیات، انار کلی بازار، لاہور، 1985ء 1405ھ)

90) (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب از اشرف علی تھانوی، فصل 12: معراج شریف کے واقعات، گیارہواں واقعہ، ص61، مُشتاق بُک کارنر، الکریم مارکیٹ، لاہور، نومبر 2003ء)

وقت متعدّد[91] مقامات (ایک ہی وقت میں کئی جگہوں) میں موجود ہوتے ہیں۔ جب جِنّات کے لئے نہ صرف ممکن بلکہ ایک حقیقت ہے تو پھر انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے لئے کیوں ضد ہے؟

سیدنا امام جلالُ الدین سیوطی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"وَإِذَا جَازَ فِي الْجِنِّ أَنْ يَتَشَكَّلُوا فِي صُوَرٍ مُخْتَلِفَةٍ، فَالْأَنْبِيَاءُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْأَوْلِيَاءُ أَوْلَى بِذَلِكَ"[92]

یعنی جب جِنّات مختلف شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت رکھتے ہیں تو پھر انبیاء و اولیاء اس قدرت کے زیادہ لائق ہیں۔

اور یہ مُسلّمات (تسلیم شدہ باتوں) میں سے ہے کہ جِنّات کی یہ طاقت ساداتِ اولیاء کرام و انبیاء عظام علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بطریقِ اولیٰ (بدرجۂ اول) حاصل ہو کیونکہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ روحانی قوتیں (باطنی طاقتیں) عطا ہوتی ہیں جو عام مخلوق (عام انسانوں) کو حاصل نہیں ہوتیں۔

خِرَد کا نام رکھ دیا جُنوں

علاوہ ازیں روح جس کی وجہ سے انبیاء و اولیاء کو متعدد مقامات پر موجود مانا جاتا ہے ان میں ملکی طاقت (فرشتوں جیسی قوت) ہوتی ہے جس کا ظہور بوقتِ خواب ہوتا ہے جب کہ جسم ایک مقام پہ ہے لیکن روح اس جسم میں ہونے کے باوجود متعدد مقامات کی سیر کر رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح عالمِ برزخ میں جب روح کی پرواز ہوگی تو وہ بیک وقت جسم سے معلق (وابستہ) ہوگی اور علّیین (نیک روحوں کا مقام) یا سجّین (بدکار روحوں کا مقام) میں بھی جس کی تفصیل روح کی بحث میں ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ جس عام روح (عام انسانی روح) کو ملکوتی قوت و طاقت میسر (حاصل) ہے اس کے بالمقابل (مقابلے میں) جنّی طاقت (جنوں کی قوت) کیا وُقعت (حیثیت) رکھتی ہے اور پھر ولایت و نبوت کی روحانیت کا اندازہ خود لگائیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم اسے مخالفین (دیوبندی وہابی مودودی احراری وغیرہم یعنی مختلف مسالک کے لوگ) ایک جن (ایک مخصوص جن) کے لئے تو یوں مانتے ہیں کہ "جن کی یہ طاقت ہے کہ اس کا ایک طلب گار مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں اور دونوں بیک وقت اسی معین (خاص) جن کی حاضری چاہتے ہیں تو وہ جن بیک وقت ان دونوں کے پاس موجود ہوگا اور یہ طاقت اسے ہر وقت حاصل ہے۔"

ایسے قول پر ہمارے مخالفین کی زبان اور قلم کو جُنبِش (حرکت) نہیں آئے گی بلکہ کہیں گے "هَذَا الْجَوَابُ صَحِيحٌ." (یہ جواب درست ہے۔)

"وَالْمُجِيبُ نَجِيحٌ" (اور جواب دینے والا کامیاب ہے)۔

---

91) متعدد بلکہ بے شمار مقامات پر اس حقیقت (سچائی) کے آثار (نشانات) ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھئے قرآنِ پاک خود گواہ ہے کہ شیطان انسانوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور اس کے حملوں (وسوسوں کے یلغار) سے صرف اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہی بحفظِ الٰہی (اللہ کی حفاظت سے) محفوظ رہتے ہیں۔ باقی لوگ اس دیو گمراہ گر (راہ سے بھٹکانے والے جن) سے بچنے کے لیے خواہ کتنی ہی کوشش کر لیں مگر شیطان ان کی ہر دیوار کو توڑ کر اندر گھس آتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ کوئی اللہ والا (اللہ کا ولی) اس دیو (شیطان) کے مقابلے کے لیے ایک مضبوط بند (روحانی رکاوٹ) باندھے اور یہی بند باندھنے والے اللہ کے ولی (اللہ کے دوست) کہلاتے ہیں۔ مگر آج صورتِ حال (حالات) اس کے بالکل برعکس (الٹی) ہے اولیاء اللہ ہی کی تنقیص (کمی دکھانا) کی جاتی ہے۔ اب بتایئے جب ولی کمزور کر دیا جائے تو دیو (شیطان) کیسے بند ہوگا؟ اگر حقیقت میں کوئی شخص صحیح معنوں میں دیوبندی (دیو کو باندھنے والا) بننا چاہے تو اسے سب سے پہلے کسی اللہ والے (ولی) کا بندہ (فرمانبردار) بننا ہوگا۔ جیسا کہ مولانا روم (عظیم صوفی شاعر) نے فرمایا: پیشِ مردِ کامل پامال شو

(کامل مرد کے قدموں میں عاجزی اختیار کرو) ورنہ تنقیصِ اولیاء (اولیاء کی گستاخی) سے گھاٹا ہی گھاٹا ہے نفع (فائدہ) ہرگز نہیں۔ (اُویسی غفرلہ)

92) (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، الملجلي في تطور الولي، 1/ 255، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

لیکن اگر یہی بات نبی وولی(علیہ السلام وعلیہ الرحمہ) کے لئے کہہ دی جائے تو ان کا قلم گن مشین(مشین گن) کی طرح شرک کے گولے (الزامات) برسانے لگتا ہے خواہ ان کی زد(نشانہ) میں ان کے اپنے اکابر ہی کیوں نہ آ جائیں اور زبان کی جُنبِش (حرکت) تو مشرک شرک گردانتے ہیں تسبیح کا دانہ بن جائے گی۔ فَیَا لِلْعَجَبِ(کتنی تعجب کی بات ہے)۔

اب اگلے باب میں جو حکایات پیش کی جارہی ہیں ان کو پڑھ کر تمام ناظرین حضرات خود فیصلہ کرلیں کہ ان کے بقول کون کون بزرگ شرک کی قید (شرک کے الزام) میں آتے ہیں اور کون کون حضرات شرک سے بچ رہے ہیں۔ براہِ انصاف تمام مذکورہ بالا صاحبان کو فیصلہ خود ہی کرنا ہو گا۔ (فقیر اُویسی غفرلہ)

حکایت ۱: حضرت قضیبُ البانِ الموصلی رحمہُ اللہ تعالیٰ (آپ ابدال میں سے تھے) آپ کو بعض نے جنھوں نے آپ کو نماز پڑھتے نہ دیکھا تھا تارکُ الصلاۃ (نماز چھوڑنے والا) ہونے کی تہمت لگائی۔ آپ اسی وقت چند صورتوں (شکلوں) میں متشکل (ظاہر) ہو کر فرمانے لگے: "فِي أَيِّ هَذِهِ الصُّوَرِ رَأَيْتَنِي مَا أُصَلِّ "[93]

یعنی ان صورتوں میں سے کس صورت میں تو نے مجھے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ (الحاوی للفتاوی، ص۳۳۸، ج۱)

حضرت امام سیوطی رحمہُ اللہ علیہ حکایتِ مذکور لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:

" وَلَهُمْ حِكَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مَبْنِيَّةٌ عَلَى هَذِهِ الْقَاعِدَةِ وَهِيَ مِنْ أُمَّهَاتِ الْقَوَاعِدِ عِنْدَهُمْ، وَاللهُ أَعْلَمُ. "[94]

یعنی اس کے علاوہ اور بہت سی حکایتیں ہیں جن کی بنا اسی قاعدہ پر ہے اور یہ قاعدہ ان کے ہاں (اولیاء کے نزدیک) امہاتُ القواعد (بنیادی اصولوں) کا حکم رکھتا ہے۔ وہ قاعدہ یہی ہے کہ ولی کامل متعدد صورتوں (شکلوں) میں متشکل ہونے پر قدرت رکھتا ہے۔

حکایت ۲: حضرت شیخ تاجُ الدین سبکی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ طبقاتِ کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو العباس المُسلم رحمہ اللہ کی خدمت میں جمعہ کے دن حاضر ہوئے، آپ باتیں (نصیحتیں) سنا رہے تھے آپ کی باتیں نہایت لذیذ (دل میں اثر کرنے والی) تھیں۔ ہم باتیں سن رہے تھے۔ آپ کا غلام (خادم) انہیں وضو کرا رہا تھا آپ نے فرمایا: اے مبارک (غلام کا نام) کہاں جاتے ہو؟ عرض کی جامع مسجد میں۔ آپ نے فرمایا: جماعت ہو گئی میں بھی جماعت میں شامل ہوا تھا۔ غلام جامع مسجد گیا واپس لوٹ کر کہنے لگا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس آ رہے ہیں۔ واپس آکر اپنے شیخ سے ماجرا پوچھا آپ نے فرمایا: " أَنَا أُعْطِيتُ التَّبَدُّلَ "

یعنی مجھے مختلف صورتوں (شکلوں) میں متشکل ہونے کی قدرت عطا کی گئی ہے۔[95] (الحاوی للفتاوی، ص۳۳۸، ج۱)

(**ف**) شیخ تاجُ الدین سبکی رحمہُ اللہ فرماتے ہیں طبقاتِ کبریٰ میں حضرت ابو العباس المُلثم کے حالات کے بارے میں کہ وہ صاحبُ الکرامات (کرامتوں والے) والاحوال (روحانی کیفیات والے) تھے اُن کے خصوصی صُحبت یافتہ اُن کے شاگرد حضرت شیخ صالح عبد الغفار بن نوح صاحبِ کتاب الوحید فی علم التوحید نے اپنی اس کتاب میں اپنے شیخ کی بہت کرامتیں لکھی ہیں مجملہ ان کے ایک یہی ہے جو مذکور ہوئی۔[96]

---

93)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

94)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

95)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

96)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت–لبنان، عام النشر: 1424 هـ – 2004 م)

(**ف**) ابنُ السُّبکی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ حکایات (واقعہ بیان کرنے والے بزرگ) کا فرمان کہ میں نے نماز پڑھ لی یعنی صفاتِ بدلیت (صورت بدلنے کی صفت) میں سے ہے کیونکہ وہ خود تو ایک مکان میں ہوتے ہیں لیکن اُن کی صورتِ مثالی دوسری جگہ ہوتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اس صفتِ بدلیت کو کشفِ صوری حاصل ہوتا ہے جس سے حائل شدہ دیواریں ہٹ جاتی ہیں پھر وہ جہاں چاہیں چل کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔[97] (کتاب مذکور)

حکایت ۳: حضرت صفیُ الدین بن ابی منصور رحمہُ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ مفرج رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے شہر میں ایک واقعہ (حادثہ) پیش ہوا وہ اس طرح کہ ایک شخص نے کہا کہ شیخ مفرج کو میں نے عرفہ کے دن حج کرتا ہوا دیکھا دوسرے نے کہا غلط ہو تو زن طلاق (بیوی کو طلاق کی قسم) یعنی جس شخص نے کہا شیخ نے حج پڑھا ہے اگر میں نے شیخ کو عرفہ میں نہ دیکھا تو میری عورت کو طلاق۔ یہ دونوں اپنا جھگڑا لے کر شیخ کی خدمت میں پہنچے آپ نے ماجرا سن کر فرمایا جاؤ کسی کی عورت کو طلاق نہیں تم دونوں سچے ہو۔ میں نے شیخ سے پوچھا یہ کیا راز ہے آخر ایک کو ان میں سے ضرور حانث (قسم توڑنے والا) ہونا چاہیے۔ اس وقت ہمارے ہاں بہت لوگ موجود تھے۔ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک یہ راز ہے جو ہمیں عطا ہوا۔ سب کو آپ نے بات سمجھائی۔ میں نے کہا مجھے اس کی وضاحت معلوم ہو گئی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اس کی وضاحت کر دو۔ میں نے کہا جب ولی[98] کو ولایت عطا ہوتی ہے تو اسے متعدد صورتوں میں متشکل (ظاہر) ہونے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی روحانیت کے ذریعے متعدد جہات (سمتوں) میں بیک وقت ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اسے ایسے طور بدلنا اور مختلف صورتوں میں متشکل ہونا ان کے اپنے ارادہ (اختیار) مطابق قدرت دی جاتی ہے۔ پس وہ صورت جو عرفہ میں ظاہر ہوئی وہ بھی حق (سچی) ہے بنابریں ہر ایک دیکھنے والا اپنی قسم میں سچا ہے۔ جب میں نے اس تقریر کو ختم کیا تو شیخ نے فرمایا: "هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ" (یہی بات درست ہے)۔[99]

سوال: امام یافعی نے اس واقعہ کو کفایہ میں بیان کر کے فرمایا: اگر کوئی سوال کرے کہ یہ بات مشکل ہے، نہ ہی فقیہ ماننے کو تیار ہے اور نہ عقل تسلیم کرتی ہے، بنابریں دونوں کا حانِث (قسم توڑنے والا) نہ ہونا شرعاً ناجائز ہے، کیونکہ ایک شخص کا دو مکانوں میں بیک وقت موجود ہونا عقلاً محال (ناممکن) ہے۔

جواب: شیخ صفی الدین جن کا اوپر ذکر ہوا، فرماتے ہیں کہ یہ بات محال نہیں ہے، کیونکہ یہ حالتِ روحانیہ صورتوں میں متعدد ہونے کی ہے، اور نہ کہ ایک ہی صورت کا متعدد مقامات میں موجود ہونا، جو مستلزمِ محال (ناممکن کو لازم کرنے والا) ہے۔[100]

سوال: وہی اشکال (اعتراض) تو باقی ہے کہ ایک شخص متعدد شکلوں میں کس طرح موجود ہو سکتا ہے؟

جواب: ایک شخص کا متعدد شکلوں میں متشکل (ظاہر) ہونا کئی بار وقوع پذیر ہوا اور مشاہدہ میں آ چکا ہے، اس کا انکار نہیں کرنا چاہیے، اگرچہ عقل نہ بھی مانے، کیونکہ یہ مسئلہ تو ہر مذہب کے فقہاء اور متکلمین (علم کلام کے ماہرین) کے نزدیک مانا جا چکا ہے کہ " أَنَّ الْكَعْبَةَ الْمُعَظَّمَةَ شُوهِدَتْ تَطُوفُ بِجَمَاعَةٍ مِنَ

---

[97] (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، الملجلي في تطور الولي، 1/ 256، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[98] گویا ایک ڈگری (روحانی درجہ) ہے، جو بھی پاس (حاصل) کرے، پھر جہاں چاہے، جیسے چاہے، جس طرح چاہے کرے۔ لیکن وہابیہ دیوبندیہ نہ تو خود یہ ڈگری حاصل کر سکے اور نہ حاصل کرنے والوں کے قائل (ماننے والے)؛ پورے کم فہم (کم سمجھ) واقع ہوتے ہیں کہ اولیاء کرام کے مقامات سے بے خبر۔ اویسی غفرلہ

[99] (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، الملجلي في تطور الولي، 1/ 256إلي 257، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[100] (الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، الملجلي في تطور الولي، 1/ 257، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

"الْأَوْلِيَاءِ فِي أَوْقَاتٍ فِي غَيْرِ مَكَانِهَا" یعنی کعبہ معظمہ کو مختلف مقامات میں اپنے مکان سے ہٹ کر بارہا اولیاء کرام کا طواف کرتے دیکھا گیا ہے۔ "وَمَعْلُومٌ أَنَّهَا فِي مَكَانِهَا، لَمْ تُفَارِقْهُ فِي تِلْكَ الْأَوْقَاتِ"[101] اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہی اوقات میں وہ کعبہ اپنے اصلی مکان سے جدا نہ ہوتا تھا۔

مجملہ ان کے ایک واقعہ حضرت قضیبُ البان رحمۃُ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے، جو کہ ہم کو اکابر سے پہنچا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اڑنا کوئی کمال (بڑی بات) نہیں، بلکہ کمال (اصل فضیلت) اس میں ہے کہ ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں، اور ایک دوسرے کی زیارت کا شوق رکھتے ہوں۔ اب وہ ایک دوسرے کو ملتے بھی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو بھی کرتے ہیں، واپس آکر اپنے مکان میں پہنچتے ہیں، لیکن لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا، بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صاحبان اپنے مکان سے کہیں اور جگہ نہیں گئے۔[102] (کذا فی الحاوی للفتاوی، وکذا فی رد المحتار وعلی الدر المختار)

حکایت ۴: روضُ الریاحین میں امام یافعی رحمہُ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سہل بن عبد اللہ رحمہُ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں سے منقول ہے کہ ایک شخص ایک سال حج کو گیا۔ جب واپس لوٹا تو اپنے بھائی کو کہا کہ میں نے حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو عرفہ کے موقف (مقام) میں دیکھا۔ اس کے بھائی نے کہا ہم تو آٹھویں ذوالحج کو اُن کو اپنے بستر پر (اپنے گھر میں) دیکھا تھا۔ حاجی بھائی نے قسم کھا کر کہا اگر غلط ہو تو میری عورت کو طلاق کہ میں نے اسے موقف میں دیکھا تھا۔ دوسرے بھائی نے کہا چلو، اُٹھو، اُن سے ماجرا پوچھ لیجیے۔

دونوں نے جاکر شیخ سے ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "اس بات سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا، جاؤ اللہ اللہ کرو" اور جس حاجی بھائی نے قسم اُٹھائی تھی، اُسے فرمایا: "جا، اپنی عورت کو گھر لے جا، لیکن یہ بات آئندہ کسی سے نہ کہنا"۔[103]

حکایت ۵: حضرت الشیخ الامام جلال الدین بن عبد الرحمن السیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک استفتاء (سوال واستفسار) آیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شب شیخ عبد القادر طشطوتی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے ہاں تھے۔ دوسرے شخص نے بھی یہی قسم اٹھائی اور دونوں نے قسم اٹھائی کہ اگر ہم دعویٰ میں جھوٹے نکلے تو زَن طلاق (بیوی کو طلاق)۔

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی بیوی مُطلّقہ (طلاق یافتہ) ہو گی یا نہیں۔ میں نے شیخ عبد القادر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں قاصد بھیج کر واقعہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "وَلَوْ قَالَ أَرْبَعَةٌ أَنِّي بِتُّ عِنْدَهُمْ لَصَدَقُوا" یعنی اگر چار آدمی بھی اس بات کا دعویٰ کریں تو ان کی تصدیق کر لینا کہ میں ان کے پاس شب باش (رات کو موجود) ہوں گا۔ میں نے شیخ کی بات سن کر فتویٰ دیدیا کہ ان دونوں میں سے کسی عورت کو طلاق نہیں۔[104]

(ف) اس کی تقریر از روئے فقہ یوں ہو گی کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرتا ہے یا نہیں، کیونکہ واضح بات ہے کہ دونوں کے مابین تنازع (جھگڑا یا اختلاف) کا تصور ہی پیدا نہیں ہوتا، اس لیے کہ ان دونوں کا ایک ہی وقت حانِث (قسم توڑنے والا) ہونا ممکن نہیں جیسا کہ ظاہر ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی پر حِنْث (قسم توڑنے کا حکم) دیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ اس طرح ترجیح بلا مُرجّح (کسی دلیل کے بغیر) لازم آتی ہے، اور وہ ناجائز ہے۔ اور ولی اللہ کا متعدد مقامات پر موجود

---

[101] (الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 257، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[102] (الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 257، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[103] (الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 257، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

[104] (الحاوي للفتاوي، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 254، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

ہونا ممکنات (ممکناتِ شرعی وروحانی) سے ہے۔ جب یہ بات ممکن ہے تو پھر ظاہر ہے کہ ایسا شخص حانِث نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر شئے کسی کے لئے ممکن ہو تو اس کے لئے حِنْث (قسم توڑنے) کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، اس لیے کہ اس کے صِدق (سچائی) کا امکان موجود ہے۔

بنابریں، اس صورت میں شک کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی اور نہ ہی اس امر کے لیے کسی اور تقریر کی حاجت ہے۔ ہاں، یہ امر ضروری ہے کہ ہم ثبوت پیش کریں کہ محلوف علیہ (قسم کھانے والے) ولی کامل کا مختلف مقامات میں ایک ہی وقت میں موجود ہونا ممکن ہے۔ یہ مسئلہ قدیم سے چلا آرہا ہے اور علماء نے بھی میری طرح عدمِ حِنْث (قسم نہ ٹوٹنے) کا فتویٰ دیا ہے۔ ان کی دلیل بھی یہی بات ہے کہ ایسا امر محال (ناممکن) نہیں بلکہ ممکن ہے۔

(ف) سوال کے جواب میں علامہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا بنام "المنجلی فی تطور الولی" جو "الحاوی للفتاوی" کے ساتھ مصر میں چھپا ہے جس کا فقیر نے اردو ترجمہ کرکے بنام "ولی اللہ کی پرواز" شائع کرایا۔

حکایت ۶: شیخ خلیل مالکی اپنی مشہور کتاب "المختصر"[105] میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حجاز مقدس سے واپس آکر شیخ کے متعلق پوچھا کہ کہاں ہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں نے ان کو عرفات میں دیکھا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ اپنے گھر سے باہر کہیں نہیں گئے۔ حاجی صاحب نے قسم اٹھائی، شیخ کو ماجرا معلوم ہوا۔ حاجی صاحب مذکور اس واقعہ کو بیان کرنے والے تھے کہ شیخ نے سکوت (خاموشی) کا اشارہ فرمایا۔ (الحاوی للفتاوی)

(ف) اسی قسم کے، خلیل نے اپنے شیخ کے بہت سے واقعات بیان فرمائے ہیں۔[106] (کتاب مذکور)

حکایت ۷: حضرت قضیبُ البان رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو کسی ایک فقیہ نے کہا کہ آپ نماز کے لئے جماعت میں شامل کیوں نہیں ہوتے؟ ایک اجتماع میں شیخ نے اس فقیہ کے سامنے چار مختلف صورتوں میں آٹھ رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: "أَيُّ صُورَةٍ لَمْ تُصَلِّ مَعَكُمْ؟" ان میں سے کون سی صورت نے تمہارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟" فقیہ نے شیخ کے ہاتھ چوم لیے اور آئندہ اِنکار کرنے سے توبہ کرلی۔[107] (الحاوی للفتاوی)

(ف) سراج الدین بن الملقن فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کی اپنی ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب "طبقات الاولیا" سے نقل کی ہے کہ شیخ قضیبُ البان الموصلی صاحب کراماتِ متاکثرہ تھے۔ موصل (شہر) میں رہے اور آپ کا وطن بھی موصل تھا۔ آپ ۵۷۰ھ کے قریب فوت ہوئے، اسے کمال بن یونس رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا۔[108] (کتاب مذکور)

حکایت ۸: حضرت شیخ ابوالعباس رحمہ اللہ تعالی کی خدمت میں حاضر ہوکر ایک شخص نے بعد از نمازِ جمعہ (نماز کے بعد) دعوت کا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "ان شاء اللہ آجاؤں گا"۔ پھر اسی طرح چار آدمی اور آگئے اور ہر ایک نے پہلے کی طرح جمعہ کے بعد دعوت کا عرض کیا۔ آپ نے ہر ایک کو دعوت کا وعدہ دیا۔ آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر اسی طرح فقہاء کی مجلس میں بیٹھ گئے، کسی ایک کی دعوت پر تشریف نہ لے گئے۔ آپ بیٹھے ہی تھے کہ وہی پانچوں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: "حضور! ہماری دعوت پر تشریف لانے کا شکریہ۔"[109] (الحاوی للفتاوی)

---

105)(جو اپنے شیخ شیخ عبداللہ المتوفی کے مناقب (فضائل اور کارنامے) میں لکھی ہے، چھٹے باب (جس میں ان کے طی الارض (زمین کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک روحانی طور پر حرکت کرنے) کا ذکر ہے کہ باوجود یکہ مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں لیکن اصلی مقامات سے بھی گم نہیں ہوتے۔)

106)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

107)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

108)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

109)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

حکایت ۹: میں نے شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ کے مناقب میں (جو اس کے بعض شاگردوں نے لکھی ہیں) دیکھا ہے کہ شیخ کی جماعت کا ایک شخص حج سے واپس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے شیخ کو مَطاف (کعبہ کے گرد طواف کرنے کا مقام) اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے، اور مِنیٰ اور عرفات میں دیکھا۔ ارادہ کیا کہ جب واپس پہنچوں گا تو شیخ کے متعلق پوچھوں گا۔ لوگوں نے کہا: "ٹھیک ہے، میں نے بعض احباب سے پوچھا، شیخ کہیں سفر کو گئے یا اپنے شہر سے بھی کبھی باہر نہیں گئے۔" انہوں نے کہا: "نہیں"۔ جب میں شیخ کے دربار میں پہنچا، اسلام علیکم کہا، تو شیخ نے پوچھا: "آپ نے حج کے سفر میں کن کن لوگوں کو دیکھا؟" میں نے عرض کیا: "حضور! اس سفر میں آپ کو دیکھا تھا۔" آپ نے تبسم (ہلکی مسکراہٹ) فرما کر ارشاد فرمایا:

"الرَّجُلُ الْكَبِيرُ يَمْلَأُ الْكَوْنَ، لَوْ دَعَا الْقُطْبَ مِنْ حَجَرٍ لَأَجَابَ."[110]

یعنی ولی کامل دنیا کو محیط ہوتا ہے؛ اگر قطب کو کسی پتھر پر کھڑے ہو کر پکارا جائے تو وہ اُسی وقت جواب دے گا۔

(ف) اسی قول کے تحت ہم کہا کرتے ہیں: " يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرْ شِيًا لله " اور:

به گرداب بلا افتاده کشتی مدد کن یا معین الدین چشتی

وغیرہ وغیرہ لیکن وہابیہ دیوبندیہ نے کفر و شرک کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے لیکن وہ صرف ہمارے لئے۔

(ف) شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتابِ مذکور میں لکھتے ہیں کہ خصائصِ الٰہیہ کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کہ اس قسم کی قدرت اپنے بندوں میں پیدا کردے۔ دیکھئے حضرت عزرائیل علیہ السلام ہر گھڑی میں بے شمار مخلوق کی ارواح قبض کرتے ہیں اور ان (حضرت عزرائیل) کو ہر ایک مختلف شکلوں میں دیکھتا ہے۔

حکایت ۱۰: ایک دن حضرت کمال بن یونس رحمہ اللہ اپنے رُفقا (ساتھیوں) کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک حضرت قضیبُ البان رحمہ اللہ تعالیٰ پہنچے تو یہ لوگ ڈر گئے۔ حضرت قضیبُ البان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے یونس! ہر وہ علم جو اللہ تعالیٰ کو ہے، تو اسے جانتا ہے۔" ابن یونس نے کہا: "نہیں"۔ اُنہوں نے فرمایا: "مجھے وہ علم حاصل ہے جو تجھے معلوم نہیں"۔ ابنِ یونس کو پتہ نہ چلا کہ کیا فرما رہے ہیں۔ آخر میں بات حضور غوثِ پاک سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی گئی۔ آپ نے فرمایا: "هُوَ وَلِيٌّ مُقَرَّبٌ ذُو حَالٍ مَعَ اللهِ، وَقَدَمِ صِدْقٍ عِنْدَهُ" یعنی وہ ولی کامل اور اللہ کے نزدیک مقرب ہیں، جن کی حالت اللہ کے ساتھ استقرار و دوام میں ہے اور جن کی صداقت (سچائی اور خلوص) اللہ کے ہاں ثابت اور معتبر ہے۔

لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو اسے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: "وہ پڑھتے تو ہیں، لیکن تمہیں پتہ نہیں چلتا۔ میں تو انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ موصل میں نماز پڑھیں یا زمین کے کسی خطہ (علاقہ) میں، لیکن ان کا سجدہ کعبہ کے دروازے کے سامنے ہوتا ہے"۔[111] (الحاوی للفتاوی)

(ف) اس سے چند مسائل ثابت ہوئے:

۱۔ ولی اللہ کے کئی جسم ہوتے ہیں اور وہ بیک وقت کئی جسموں کے ساتھ کئی مقامات پر حاضر ہوتے ہیں۔

---

110)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

111)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 258إلى259، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

۲۔ فقیر اگر بظاہر نماز نہ پڑھتا ہو تب بھی یہ نہ کہنا چاہیے کہ وہ بے نمازی ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے جسم کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہوں، بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں فقیر ہو، ورنہ بہت سے ابلیس انسانی بھیس بدل کر لوٹ مار کرتے پھرتے ہیں۔ کما قال مولینا رومی:

چوں بَسے اِبلیس آدم روئے ہست پَس بہر دستے نشاید داد دست[112]

حکایت ۱۱: حضرت ابوالحسن قرشی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قضیبُ البان موصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو ان کے گھر میں دیکھا، تو ان کے جسم شریف نے گھر کو بھرا ہوا تھا۔ پھر ان کا جسم عادت (معمول) کے خلاف بڑھنے لگا۔ میں ان کے گھر سے نکلا کیونکہ اُن کی ہیبت ناک شکل نے مجھے ڈرا دیا۔ پھر ان کے گھر کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ گھر کے ایک کونے میں نہایت چھوٹی شکل میں ہیں، یہاں تک کہ وہ چڑیا کے برابر معلوم ہو گئے۔ پھر تیسری بار میں اُن کے گھر گیا تو پھر اپنی اصلی شکل میں نظر آئے۔

(**ف**) اس کے علاوہ طبقات الاولیا میں اس جیسی اور بہت سی حکایات جمع فرمائی گئی ہیں۔[113] (الحاوی للفتاوی)

حکایت ۱۲: شیخ برہان الدین ابناسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ ابو العباس البصیر کی کرامات سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک دن شیخ ابو الحجاج الأقصري اور میرے شیخ ابي العباس مکہ شریف میں جمع ہوئے۔ ابو الحجاج نے میرے شیخ سے پوچھا کہ آپ کو ہفتہ کے طواف سے بھی شرف حاصل ہے (یعنی ہفتہ میں ایک بار بذریعہ کرامت طواف کعبہ کو جاتے ہیں)۔ تو آپ نے فرمایا: "بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کا کعبہ طواف کرتا ہے"۔ ابو الحجاج نے دیکھا کہ دونوں کا کعبہ طواف کر رہا ہے۔

(**ف**) شیخ ابناسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بات کا انکار نہ کیا جائے کیونکہ اس حکایت جیسی اور بھی بہت سی حکایات صالحین سے موافقت رکھتی ہیں۔[114] (کتاب مذکور)

حکایت ۱۳: صاحب الوحید فرماتے ہیں کہ اولیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو جسم سے خالی ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ٹھیکری کی طرح ہو جاتے ہیں، گویا اُن میں روح بھی نہیں ہے۔ چنانچہ مجھے عیسی بن المظفر سے شیخ شمس الدین الاصبہانی (جو عالم، مدرس اور شہر قوص کے حاکم بھی تھے) کی سند سے خبر ملی کہ ایک مرد اپنے جسم سے علیحدہ رہتا، پھر تیسرے دن اپنے جسم میں لوٹ آتا تھا۔

(**ف**) میں کہتا ہوں کہ الاصبہانی مذکور علامہ شمس الدین مشہور ہیں شرح المحصول کے مصنف کے علاوہ اصول کی بڑی کُتُب کے مصنف بھی ہیں۔ ابن السبکی اپنی طبقات میں شیخ تاج الدین الفرکاح سے نقل کرتے ہیں کہ "أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَكُنْ فِي زَمَانِهِ فِي عِلْمِ الْأُصُولِ مِثْلُهُ"

یعنی علم الاصول میں ان جیسا اُن کے زمانہ میں کوئی نہیں تھا۔[115] (الحاوی للفتاوی)

---

112) (یعنی بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں، اِس لیے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں پکڑانا چاہیے۔) (نوری)

113)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 259، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

114)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 259، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

115)(الحاوي للفتاوي ، كتاب الصداق، باب الطلاق، المنجلي في تطور الولي، 1/ 259، دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت-لبنان، عام النشر: 1424 هـ - 2004 م)

حکایت ۱۴: قلب العارفین سیدنا امام شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن میں پچاس مقامات میں خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔[116] (الجواہر الدرر)

حکایت ۱۵: امام موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی طرح سیدنا محمد حضرمی قدس سرہ کے لئے واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے مقام سرس کے علاوہ چند شہروں میں بیک وقت جمعہ کے دن نماز ادا فرمائی۔[117] (کتاب مذکور)

حکایت ۱۶: سیدنا عبد القادر دشطوطی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے مصر میں روضۃ المقیاس نامی باغ کے مقابل ایک جزیرہ میں ایک شخص کے پاس رات گزاری، اور اسی شب دوسرے شہر میں دوسرے شخص کے پاس۔ دونوں نے اس شب میں انہیں دودھ پلایا، اور ہر ایک اپنے اپنے باورچی خانہ کی چھت پر ان کے ساتھ سویا اور صبح تک ان کے ساتھ رہا۔ پھر ایک ایسی جماعت نے بیان کیا جو بحرِ فرات کے اطراف کی جانب سفر کرنے میں سلطان *قایتبائی* کے ہمراہ تھی، کہ سلطان نے مصر سے بر آمد ہونے سے قبل سیدنا عبد القادر قدس سرہ کے سفر کی اجازت طلب کی، چنانچہ انہوں نے اجازت مرحمت فرمادی۔ پھر جب سلطان سفر کر کے شہر حلب میں پہنچا تو وہاں پر ایک خلوت گاہ میں سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالی عنہ کو بیمار پایا، اور لوگ آپ کے آس پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ شیخ کو یہاں پر تقریباً ایک سال ہو گیا ہے، اس قدر کمزور ہیں کہ چل نہیں سکتے، حالانکہ سلطان جب آپ کو مصر میں تندرست چھوڑ کر سفر کے لئے آپ سے اجازت حاصل کر کے روانہ ہوئے تھے، اس وقت سے اب تک تقریباً ایک ماہ گزرا ہو گا۔[118] (کتاب مذکور)

حکایت ۱۷: حضرت شیخ ابو الفتح جونپوری قدس سرہ کو ربیع الاول شریف میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی شرکت کے لئے دس جگہوں سے مدعو کیا گیا، کہ نماز فجر کے بعد تشریف لائیں۔ حضرت مخدوم صاحب نے دسوں دعوتوں کو منظور فرمایا، اور ہر جگہ نماز کے بعد پہنچنا ہے، یہ کیسے ہو سکے گا؟ فرمایا: "کشن کافر تھا کئی سو جگہ موجود ہوتا، اگر ابو الفتح دس جگہ موجود ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟"

چنانچہ بعد نماز فجر ایک جگہ سے سواری آئی، مخدوم صاحب حجرے سے بر آمد ہوئے اور سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ پھر دوسری جگہ سے سواری پہنچی، اسی طرح دسوں جگہ سے سواریاں آئیں، اور حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ ہر مرتبہ حجرہ سے بر آمد ہوتے اور سوار ہو کر تشریف لے جاتے، اور حجرہ میں رہتے۔[119] (کذا فی السبع السنابل الشریف)

حکایت ۱۸: حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ حکایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

"خردمند! تو این را بر تمثیل حمل مکن، یعنی پندارکه تمثال ہائے شیخ بچندیں جاہا حاضر شده است، لا والله! بلکه عینِ ذاتِ شیخ بہر جا حاضر شده بود۔ دریک شہر ویک مقام و اقع شده، ذاتِ این موحد در اقصائے عالم حاضر است، خواه علویات و خواه سفلیات"[120]

116)(الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص48، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

117)(الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص48، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

118)(الجواهر والدرر، كبريت أحمر، ص48، دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، 2005 م)

119) (سبع سنابل، سنبلۂ ہشتم [آٹھواں باب] ذکرِ میلادِ شریف اور فضائل کے بارے میں، ص220، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

120) (سبع سنابل فارسی، سنبلۂ ہشتم: دربیان ذکرِ میلادِ شریف و فضائل آن، ص 111، نسخہ قدیمی مطبع مجتبائی، دہلی)

یعنی اے عاقل! اس کو تمثیل پر محمول نہ کرنا، یہ نہ سمجھنا کہ دسوں جگہ شیخ کے مثالی اجسام موجود ہوگئے تھے۔ یہاں واللہ ہر جگہ عین ذاتِ شیخ موجود ہوتی تھی، یہ موحد خود ایک شہر ایک مقام میں ہوتا ہے، اور اس کی ذات علویات (بلندیوں) و سفلیات (زمین کے زیریں مقامات) تمام اطرافِ عالم میں حاضر ہوتی ہے۔

(ف) یہ حکایت سبع سنابل شریف جیسی محقّق، مُعتبر اور مُستند کتاب میں موجود ہے، اور اعلحضرت قدس سرہ نے اسے اپنے ملفوظ شریف میں بیان فرمایا ہے۔ دیوبندیوں نے حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کو چھوڑ کر اعلحضرت پر کیچڑ اچھالا ہے۔ چنانچہ کریم بخش پروفیسر اپنے چہل مسئلہ، ص ۱۲ میں اعلحضرت قدس سرہ کے ملفوظات سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ "ایک کافر کو بھی حاضر و ناظر ہونے کا مصداق ٹھہرا رہا ہے۔۔۔، دیکھا کہ کافروں کو بھی عالم الغیب اور حاضر و ناظر مان لیا گیا ہے۔"[121]

ناظرین حضرات، دیکھیں کہ دیوبندیوں نے عوام کو اپنے دام تزویر (مکر و فریب کے جال) میں پھنسانے کے لئے ایک کامل کی نقل کردہ حکایت پر طعن و تشنیع کی، اس طرح اعلحضرت قدس سرہ کا کچھ نہیں بگڑا، البتہ پس پردہ ایک کامل کی بے ادبی و گستاخی سے اپنا خاتمہ خراب کیا۔

برائے اضافہ مطالعہ گکھڑوی اینڈ دیوبندی کمپنی: دیوبندیوں کو فقیر کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انہیں فقیر ان کے اپنے گھر سے چند حوالے پیش کرتا ہے:

۱۔ خالد محمود پروفیسر سیالکوٹی نے نگراں ہفت روزہ دعوت لاہور میں بعینہٖ یہی حکایت نقل کی ہے اور اس کی تائید کی ہے، ہفت روزہ ۷ دسمبر ۱۹۶۲ء ملاحظہ ہو۔

۲۔ محمد علی سابق ناظم ندوہ نے بھی اپنی تصنیف ارشادِ رحمانی میں اسی حکایت کو نقل کیا ہے۔[122]

تحقیقی جواب: چشم بد دور! اعلحضرت قدس سرہ کی تحقیق ایسی نہیں کہ جسے دیوبندی کمزور کر سکے۔ آپ کا ہر مضمون بے شمار حقائق کو دامن میں لیے ہوتا ہے، لیکن دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

گکھڑوی اور اس کے معتمد علیہ پروفیسر کریم بخش اور اس کے ہمنوا ہمیشہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (النساء:43) پر عمل کرتے ہیں۔ انہیں کو عوام کو بہکانا مطلوب ہے، تحقیق سے کیا غرض؟ حالانکہ اعلحضرت قدس سرہ کے ملفوظ میں ہی اہلِ نظر کے لیے ایک بہترین نسخہ تیار کیا گیا ہے، جو عمداً پروفیسر نے نہیں لکھا۔ وہ نسخہ یہ ہے: اعلحضرت قدس سرہ نے اس حکایت سے پہلے ایک سائل کو فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل کرنے کے طریقہ پر ارشاد فرمایا کہ " یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اُس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اِس طرح سمجھے کہ سرکارِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) سے فیوض و انوار قلبِ شیخ پر فائز ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں پھر کچھ عرصے کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ شجر و حجر و در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ پاؤ گے۔"[123]

---

121) (چہل مسئلہ حضراتِ بریلویہ از پروفیسر کریم بخش مظفر گڑھی، ص 14، طبع پنجم، جولائی 2004ء)

122) (ارشادِ رحمانی و فضلِ یزدانی از محمد علی مونگیری، ص 64، مطبع رحمانیہ، مونگیر)

123) (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مکمل چار حصے)، تصوّرِ شیخ، ص 234، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے خدا تعالیٰ کے تمام محبوب بندوں نے استعمال کیا، یہاں تک کہ دیوبندیوں کے مرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی درس گاہ میں بھی استعمال ہوا، اور بے شمار قسمت والوں کو فنافی الشیخ کا مرتبہ نصیب ہوا۔ یہ نسخہ اشرف علی تھانوی نے **دعوات عبدیت** میں، اور رشید احمد گنگوہی نے **امداد السلوک**[124] میں بھی نقل کیا، اور اس کے حصول کے لیے دنیا کے نیک بندے کئی جتن کرتے ہیں۔ لیکن ایک پروفیسر یا دوسرا گکھڑ کا خشک مُلّاں اسے مشرک کہے تو اسلام کا کیا بگڑتا ہے؟

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟[125]

اس عالیشان نسخہ کو بیان کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک معتبر اور نہایت مستند کتاب کے حوالہ سے دو حکایتیں بیان فرمائی ہیں تاکہ سائل کے قلب پر مسئلہ کی حقیقت مُرتَّم ہو جائے پہلی حکایت یوں لکھی:

حکایت ۱۹: حافظُ الحدیث سیدی احمد سجلماسی رحمہ اللہ تعالیٰ کہیں تشریف لئے جاتے تھے۔ راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ (خوب صورت عورت) پر پڑ گئی۔ یہ نظر اوّل بلا قصد تھی۔ دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی۔ اب دیکھا تو پہلو میں حضرت سیدی غوثُ الوقت عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آپ کے پیر و مرشد، تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں: "احمد! عالم ہو کر ایسا برا فعل کرتے ہو؟" دوسری حکایت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اگرچہ جاہل، ضدی اور عنید (ہٹ دھرم) تو بالکل ہی نہیں مانیں گے، مگر اہلِ انصاف کے لیے اتنا عرض کرنا ہی کافی ہے۔

حکایت ۲۰: "شیخ محمد حضرمی مجذوب علیہ الرحمہ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھا ہے، اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔"[126] (جمالِ اولیاء، ص ۱۸۸)

(ف) یہ حوالہ دیوبندیوں کے حکیمُ الامت اشرف علی تھانوی کا ہے۔ اس سے خود سمجھا جا سکتا ہے کہ ولیِ کامل کو اللہ تعالیٰ نے کیا طاقت بخشی ہے۔

حکایت ۲۰: سیدی احمد سلجماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی، یہ نہیں چاہیے۔" عرض کیا: حضور! وہ اس وقت سوئی ہوئی تھی۔ فرمایا: "سوئی نہ تھی، سوتے میں جان ڈال لی تھی۔" عرض کیا: وہاں ایک پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا: ہاں، ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا: "اس پر میں تھا، تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے۔"[127]

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۴۹، ج ۲)

(ف) اس حقیقت میں وہی مضمون ہے جو سابقہ حکایات میں مسلسل آتا چلا آرہا ہے، اور جسے دیوبندی بھی مانتے چلے آئے ہیں، مگر کم ظرف اُچھلتا ہے۔ دیکھیے گکھڑوی یہ حکایت نقل کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور تمام اہلِ سنت والجماعت پر خوب برسا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ "بعض بزرگانِ دین کو کشف والہام کے کسی واقعہ کا علم ہو جانا قواعدِ شرعیہ کے تحت صحیح ہے اور اس کا انکار باطل ہے، مگر ہمیں تو خان

---

124) (امداد السلوک از رشید احمد گنگوہی [مترجم]؛ چار باتیں وصول الی اللہ کی رکن ہیں، مزید نصائح، ص 67، دار الکتاب دیوبند، یوپی، ہند)

125) اگر دن کی روشنی میں بھی اُلو نہیں دیکھ سکتا تو اس میں سورج کی روشنی کا کیا قصور؟ (ن اُویسی)

126) (جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی، محمد الحضرمی مجذوب، ص 188، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور)

127) (تبرید النواظر فی تحقیق الحاظر والناظر المعروف آنکھوں کی ٹھنڈک از مولانا سرفراز خان، ص 44، مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ، مئی 2010ء)

صاحب (اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کی اس تفریح اور خط کشیدہ الفاظ سے اختلاف ہے کہ تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے، اور ہر دیانت دار اور باانصاف مسلمان کو اس سے اختلاف کرنا چاہیے۔"[128]

اویسی کہتا ہے: گکھڑوی کا یا مطالعہ ناقص ہے یا حافظہ کمزور، ورنہ اگر بقولِ او (اس کے بقول) اعلیٰ حضرت قدس سرہ مجرم ہیں تو پہلے اپنے صَنادِید (باش) اکابرِ دیوبند کو مجرم گردانیے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے رشید احمد گنگوہی نے امداد السلوک، ص ۱۳ میں یہی مضمون یوں لکھا ہے، ملاحظہ ہوں الفاظ:

"مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مُقَیَّد (قید) نہیں، بلکہ جس جگہ مرید ہو گا قریب یا بعید۔ اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو، لیکن اُس کی روحانیت سے دور نہیں ہے۔۔۔ یقینا شیخ کی روح اللہ کے حکم سے اس کو بتلائے گی۔"[129]

گکھڑوی کو چاہیے تھا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر اعتراض کیا، بعینہٖ یہی الفاظ رشید احمد گنگوہی پر بھی لکھتا، تا کہ اس کی دیانت، حق گوئی اور انصاف پسندی اہلِ اسلام بالخصوص دیوبندیوں میں ضربُ المثل بنتی۔ گکھڑوی کی عبارت ملاحظہ ہو:

"حضرات! ہمیں تو یہ حوالہ نقل کرتے بھی شرم[130] آتی ہے، مگر کیا کیا جائے، ہم بھی مجبور ہیں۔[131] دیکھا کہ ان بریلویوں (بلکہ یوں کہو دیوبندیوں کو بھی) کے بھی علمِ غیب اور حاضر و ناظر کی انتہا کیا ہے۔ مرید کی ہم بستری کے وقت بھی ان کے پیر و مرشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب واقعہ بچشمِ خود دیکھتے ہیں۔"[132] (آنکھوں کی ٹھنڈک، ص ۳۵)

تبصرہ: اگر آنکھوں کی ٹھنڈک کے بجائے آنکھوں کی اندھک نام رکھا جاتا تو زیادہ موزوں (مناسب) تھا، کیونکہ آنکھوں میں تو شرم ہوتی ہے، مگر یہاں وہ مَفقُود (ناپید) ہے۔

انتباہ: گکھڑوی اور اس کے ہمنوا لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ غلاظت اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر نہیں پھینکی گئی، بلکہ پہلے اپنے ہی اکابر پر، اس بڑے غوثِ روزگار پر پھینکی گئی ہے جن کی غوثیت کا تمہارے اکابر کو بھی اقرار ہے۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا صرف اتنا قصور ہے کہ انہوں نے اپنے ملفوظ شریف میں ان کی مستند کتاب الابریز[133] سے نقل فرمایا، اور یہ الابریز وہ معتبر اور مستند کتاب ہے جسے تمہارے اکابر آنکھوں پر لگاتے ہیں، اور اسی کا اُردو ترجمہ کر کے عام شائع کرتے ہیں۔

---

128) (چہل مسئلہ حضراتِ بریلویہ از پروفیسر کریم بخش مظفر گڑھی، ص14، طبع پنجم، جولائی2004ء)

129) (امداد السلوک از رشید احمد گنگوہی، دوسری فصل: ضرورتِ شیخ کا بیان، ص24، کتب خانہ شرف الرشید، شاہ کوٹ، ضلع شیخوپورہ)

130) لیکن اپنے اکابر کی عبارت کو چھپاتے ہر گز شرم نہیں آتی۔ اس کو دیانتداری کہتے ہیں؟

131) کیا کرتے بیچارے کو پارٹی بازی مجبوری کرتی ہے۔

132) ان الفاظ کو لکھتے وقت تو شرم کہیں کوسوں دور ہو گی۔

(تبرید النواظر فی تحقیق الحاظر والناظر المعروف آنکھوں کی ٹھنڈک از مولانا سرفراز خان، ص44 تا45، مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ، مئی2010ء)

133) ہم نے الابریز کے اُس نسخہ کا حوالہ دیا ہے جس کا ترجمہ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے کیا ہے۔ وہاں بھی یہ عبارت ترجمہ کے ساتھ موجود ہے۔

(الابریز مترجم اردو مفتی عاشق الٰہی دیوبند، ص41، مدینہ پبلیشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان)

ناظرین حضرات! غور فرمائیں کہ جب یہ مُسَلَّمات (تسلیم شُدہ) میں سے ہے کہ شیخ اپنے مرید کی تربیت کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور وہ اپنے مخلص مریدین کو ہر حالت میں تعلیم بھی فرماتا ہے، تو جنہیں علمِ سلوک سے کچھ بھی واسطہ ہے وہ اس حقیقت کو خوب جانتے ہیں۔ لیکن گکھڑوی نے در حقیقت اعلٰی حضرت قدس سرہ پر نہیں، بلکہ روحانیت کے بادشاہ، اپنے وقت کے غوث، سیدی عبد العزیز دباغ قدس سرہ پر یہ غلاظت پھینکی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا محاسبہ (سخت حساب) اگر آج نہیں، تو ان شاء اللہ کل ضرور ہو گا۔

وہابیوں، دیوبندیوں کے دلائل: گکھڑوی نے اعلٰی حضرت قدس سرہ پر غلاظتِ مذکورہ (ناپاک اور بے بنیاد الزام) پھینک کر مسئلہ کی حقیقت (اصل بات) کو مسخ کرنے (بگاڑ دینے) کی پوری کوشش کی ہے، اور اسے دلائل سے مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ اُس کے دلائل بھی ملاحظہ ہوں۔

"آنحضرت ﷺ نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ جو فرشتے ہیں، وہ دو حالتوں میں تم سے الگ ہو جاتے ہیں:

۱۔ جب تم قضاءِ حاجت کے لئے بیٹھتے ہو۔

۲۔ جب تم ہمبستری کرتے ہو۔ (ترمذی، ج ۲، ص ۱۵۹، و مشکوۃ، ص ۲۶۹)

اور علامہ عزیزی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (السراج المنیر، ج ۲، ص ۱۰۴)

قارئینِ کرام! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ ایسی حالت میں تو وہ فرشتے بھی الگ ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالٰی کی طرف سے انسان کے اعمال (کاموں) اور اقوال (باتوں) کی حفاظت اور نگرانی کرتے اور لکھتے ہیں، اور شرم کے باعث علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر فریقِ مخالف کے نزدیک بزرگانِ دین کی یہ قدر و تعظیم (احترام کا عجیب معیار) ہے کہ وہ اس حالت میں بھی شرم (حیاء) نہیں کرتے، اور مرید بیچارے (مظلوم مرید) کی جان نہیں چھوڑتے، اور گویا یوں کہتے ہیں کہ "مان نہ مان، میں تیرا مہمان۔"[134] (آنکھوں کی ٹھنڈک)

ناظرین! ملاحظہ فرمایا، یہ پھکڑ بازی (بے بنیاد الزام تراشی) یہ پھبتیاں (طعنہ اور تمسخر) اعلٰی حضرت قدس سرہ پر نہیں بلکہ تمام اولیاءاللہ پر ہیں۔ جس طرح اس نے یہ تاویل (من مانی توجیہ) ملائکہ کے لئے کی ہے، اگر بعینہٖ (بالکل اسی طرح) اولیاءِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے کی جائے اور یوں کہا جائے کہ فرشتے (ملائکہ کاتبین) ہم بستری اور اس کے جائز و ناجائز (شرعی و غیر شرعی) ہر قسم کے احوال کے باوجود جدا ہونے کے آدمی کے اعمال نامے لکھتے ہیں، اگر وہ جدا ہونے کے باوجود سب کچھ لکھتے ہیں تو یہ توجیہ (یہی بات) خدا رسیدہ بزرگوں کے حق میں کیوں نہیں کی جاتی؟ لیکن ان کو تو اولیاءِ کرام سے دشمنی کا مظاہرہ کرنا ہے، طعن طرازی (عیب جوئی) پوری کرنی ہے۔ اسے کہتے ہیں بد قسمتی اور حرماں نصیبی (روحانی محرومی)۔

تھانوی نے ہماری تائید کی: علاوہ ازیں اشرف علی تھانوی کے اس کلیہ (اصولی قاعدہ) کو سامنے رکھ لیا جائے تو مسئلہ ہر طرح سے بے غبار (بالکل صاف) ہو جاتا ہے۔ تھانوی مذکور اپنے ایک مرید کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ان لوگوں (اولیاءِ کرام) کے احوال (روحانی کیفیات) عقل و نقل دونوں سے بالاتر (فہم عام اور ظاہری دلائل سے بلند) ہیں۔" (النور، بابت ماہِ رمضان ۱۳۴۴ھ، ص ۲۰)

---

134) (تبرید النواظر فی تحقیق الحاظر والناظر المعروف آنکھوں کی ٹھنڈک از مولانا سرفراز خان، ص 45، مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ، مئی 2010ء)

لیکن قاعدہ ہے کہ خدا رسیدہ بزرگوں (اولیاءِ کاملین) پر طعن و تشنیع (عیب جوئی اور الزام تراشی) سے حق بین آنکھ سلب ہو جاتی ہے۔

حکایت ۲۱: اشرف علی تھانوی نے حضرت قضیبُ البان رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بیان کر کے لکھا کہ کسی نے اُن کے متعلق کسی امرِ منکر (ظاہراً قابلِ اعتراض بات) کی قاضیِ شہر کو اطلاع دی۔ وہ دُرّہ (کوڑا) لے کر تعزیر (سزا) کی نیت سے چلے۔ وہ پہلے سامنے اس طرح نمودار ہوئے کہ بجائے ایک قضیبُ البان کے ستر قضیبُ البان (ستر صورتیں) قاضی کے سامنے آ گئے اور کہا: ان میں سے ایک کو پکڑو جو تمہارا مجرم ہو۔ قاضی صاحب یہ کرامت دیکھ کر معتقد (دل سے ماننے والے) ہو گئے۔[135] (خیر الحیات و خیر الممات، ص ۸۳)

(ف) یہ حکایت ہمارے مخالفین کے حکیمُ الاُمّت (اشرف علی تھانوی) نے بیان کی ہے، اور یہی ہم کہتے ہیں کہ ایک ولیِ کامل متعدد مقامات پر حاضر ہو سکتا ہے، اور یہی ہمارا موضوع ہے۔ اور پھر جب ایک ولی ستر (۷۰) جگہ مع جسد (جسم کے ساتھ) حاضر ہو سکتا ہے بلکہ سو جگہ، بلکہ ہزار، بلکہ بے شمار جگہ، تو نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر (ہر جگہ حاضر و باخبر) ماننا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ بیانِ ذیل اس پر شاہد (دلیل) ہے۔

حکایت نمبر ۲۲: صوفی سوندھا کا بے شمار جگہ حاضر و ناظر ہونا: مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ "صوفی سوندھا ایک بزرگ ہندوستان میں ہوئے ہیں۔ اُن کے سامنے کسی نے کہا کہ ہندویوں کہتے ہیں کہ کرشن اوتار کی سو (۱۰۰) بیویاں تھیں اور وہ ایک وقت میں سب کے ساتھ ہوتا تھا اور ہر جسم سے جدا کام کرتا تھا، گویا ایک کرشن کے سو کرشن بن جاتے تھے۔

صوفی سوندھا نے کہا: نہ معلوم کیسی روایت ہے، صحیح ہے یا غلط، اور صحیح بھی ہو تو یہ کچھ کمال نہیں۔

پھر فرمایا: ذرا اس اِملی کو تو دیکھو۔ مخاطب نے جو اِملی پر نظر کی تو ہر پتے پر صوفی سوندھا نظر آئے؛ ان کے سامنے بھی بیٹھے تھے اور درخت کے ہر پتے پر بھی ان کا جسم مع روح کے نظر آ رہا تھا۔"[136] (خیر الحیات و خیر الممات، ص ۸۳)

(ف) اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ "ایک جان کی سو جان یا ہزار جان ہو جائے، یعنی ایک بزرگ سو یا ہزار جگہ حاضر ہو جائے، تو کوئی بعید (ناممکن) بات نہیں، بلکہ صوفیا کرام تو دنیا میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔"[137]

(خیر الحیات و خیر الممات، ص ۸۳)

فائدہ: اس سے وہی ثابت ہوا کہ ایک ولی متعدد (بہت سے) مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے سے شرک نہیں، اور اگر وہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر ماننے والے پر شرک کا فتویٰ ضرور ہی لگاتا ہے، تو پھر اشرف علی تھانوی بھی مشرک ٹھہرے گا، جو ایک ولی کے ہزاروں جگہ حاضر و ناظر ہونے کو جائز مان رہا ہے۔

حکایت ۲۳: امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملکِ مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی، اور کچھ اولاد بلادِ عجم میں تھی، اور کچھ بلادِ ہند میں، اور کچھ بلادِ تکرُور میں تھی۔

---

135) (خیر الحیات و خیر الممات از اشرف علی تھانوی، التبلیغ کا انچاسواں وعظ، ص 65، جید برقی پریس دہلی، لاہور)

136) (خیر الحیات و خیر الممات از اشرف علی تھانوی، التبلیغ کا انچاسواں وعظ، ص 65، جید برقی پریس دہلی، لاہور)

137) (خیر الحیات و خیر الممات از اشرف علی تھانوی، التبلیغ کا انچاسواں وعظ، ص 65، جید برقی پریس دہلی، لاہور)

آپ ایک وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہوآتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرمادیتے تھے، اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔"[138] (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲، مصنفہ اشرف علی تھانوی)

(**ف**) دیکھئے اس ولی کا کارنامہ کہ متعدد مقامات پر وہ حاضر بھی اور ناظر بھی، اور لکھنے والے دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب؛ لیکن یہاں کا فتویٰ ہضم۔

آخر میں فقیر اپنے پیرومرشد حضرت **محکمُ الاسلام والدین** خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ کی چند حکایات بیان کرکے اس باب کو ختم کرتا ہے۔

حکایت ۲۴: ایک دفعہ خانقاہ کے قریبی گاؤں سے آپ کے دو مریدوں نے آپ کو علیحدہ علیحدہ قیام (ٹھہرنے) اور طعام (کھانے) کی دعوت دی۔ آپ نے دونوں کی دعوت قبول فرمائی۔ رات کو دونوں اصحاب کو ایک دوسرے سے شرمندگی تھی کہ میری وجہ سے حضرت دوسرے گاؤں نہ جاسکے۔ آپ کی روانگی کے بعد دوسرے دن یہ اصحاب ایک دوسرے سے ملے اور اپنی شرمندگی کا اظہار کیا، تو دونوں کو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب السیر رحمہ اللہ علیہ رات کو دونوں کے گھر مقیم تھے۔ دونوں گاؤں میں حضرت کے پاؤں کے نشانات پائے گئے، اور دونوں گاؤں کے لوگوں نے ایک ہی وقت میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کی تائید کی۔[139]

حکایت ۲۵: حافظ رجب (جو کہ حضرت صاحب کے خادموں میں سے تھے) کی بیوی بیمار ہوگئی۔ حافظ رجب کا گھر خیر پور ٹامیوالی میں تھا۔ حضرت صاحب حافظ رجب کے گھر تشریف لے گئے اور اس کی بیوی کی طبع پرسی فرمائی اور اسے آرام بھی ہوگیا بعد کو معلوم ہوا کہ آپ اس تاریخ اور اس وقت پاک پتن میں تشریف فرما تھے۔[140]

حکایت ۲۶: ایک دفعہ شاہ ابوالفتح رحمہ اللہ حضرت سیرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے واسطے بستی کچھی آئے۔ حضرت کو وہاں نہ پاکر بہت پریشان (دل گرفتہ) ہوئے اور مشرق کی جانب روانہ ہوپڑے۔ راستہ میں حضرت صاحب مل گئے۔ شاہ صاحب نے شرفِ زیارت حاصل کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا ملاقات ہوگئی، اب تم گھر جاؤ۔ بعد کو معلوم ہوا کہ جس وقت اور جس دن حضرت صاحب شاہ صاحب کو ملے تھے، اُسی دن اور اسی وقت آپ پاک پتن میں مقیم تھے۔[141]

حکایت ۲۷: ایک حجام (نائی) کا بیٹا خراسان سفر پر گیا ہوا تھا۔ حجام بے حد پریشان تھا کہ اس کا بیٹا کسی طرح واپس آجائے۔ حجام حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاروی قدس سرہ کا مرید تھا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ کام فقیر کا نہیں، اگر شہبازِ وقت (اپنے زمانے کے بلند مرتبہ ولی) یعنی حضرت سیرانی سائیں رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائیں تو وہ تمہارے لڑکے کو منگوا سکتے ہیں۔

---

138) (جمال الاولیاء از اشرف علی تھانوی، محمد الشیر بنی، ص202، مکتبہ اسلامیہ، بلال گنج، لاہور)

"بلاد تکرور" سے مراد مغربی افریقہ کا وہ تاریخی خطہ ہے جو قدیم زمانے میں ایک طاقتور اسلامی ریاست کے طور پر مشہور تھا۔

139) (ذکرِ سیرانی از مفتی محمد فیض احمد اُویسی، ہر مرید کے گھر میں، ص165، مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان، ایڈیشن دوم، اپریل 1997ء)

140) (ذکرِ سیرانی از مفتی محمد فیض احمد اُویسی، دوسرا موقعہ، ص151، مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان، ایڈیشن دوم، اپریل 1997ء)

141) (ذکرِ سیرانی از مفتی محمد فیض احمد اُویسی، بیک وقت دو جگہ موجود، ص151، مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان، ایڈیشن دوم، اپریل 1997ء)

حجام کا لڑکا: ایک دن حضرت السیر رحمہ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حجام سے فرمایا: یہی شہبازِ وقت ہیں، اُن سے جا کر عرض کرو۔ حجام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اگر اجازت ہو تو آپ کی حجامت بناؤں؟ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ حجام ڈر سے کچھ کہہ نہ سکا، لیکن دورانِ حجامت درد و فراقِ (جدائی) بیٹے کی وجہ سے رو رہا تھا۔ آپ نے پوچھا روتا کیوں ہے؟ حجام نے تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "ذرا رک جاؤ۔" آپ صرف مسجد کے حجرہ تک گئے اور پھر واپس تشریف لے آئے، اور حجام نے اپنا کام شروع کیا۔ ابھی حجام حجامت بنا ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا لڑکا گھر واپس آ گیا ہے۔ حجام فارغ ہو کر جب گھر پہنچا تو بیٹے سے حال دریافت کیا۔ لڑکے نے بتایا کہ میں کابل کے بازار سودا خریدنے جا رہا تھا کہ ایک آدمی، جس کا آدھا سر مونڈا ہوا تھا، آیا اور مجھے بازو سے پکڑ کر ایک ہی جھٹکے میں گھر پہنچا دیا۔ رقم اور رومال بھی لڑکے کے ہاتھ میں تھا، جس میں وہ سودا خریدنے جا رہا تھا۔[142]

حکایت ۲۸: حاجی محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بازارِ منیٰ میں حضرت صاحبُ السّیر رحمہ اللہ کو دیکھا۔ پہچان کر حاضرِ خدمت ہوا۔ آپ بڑی نوازش سے ملے اور فرمایا: "اب چلے جاؤ؛ یہ خطرناک جگہ ہے۔" میں نے تاریخ تحریر کر لی۔ واپس وطن آکر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اُس وقت اور اُس تاریخ کو آپ عرب شریف میں بھی دیکھے گئے تھے، اور شہر بہاول پور میں بھی موجود تھے۔[143]

(ف) اس طرح اولیاءُ اللہ کے بے شمار واقعات ہیں؛ لیکن اُن کو سمجھنے اور ماننے کے لیے بھی ایمانِ کامل چاہیے۔

حکایت ۲۹: ہمارے پیر و مرشد کا وصال شریف بھی ہمارے موضوع میں شامل ہے، لیکن جب تک اس کی تمام تفصیل سامنے نہ ہو مسئلہ کی سمجھ نہیں آئے گی؛ اس لیے ہم آپ کی وفات کا پورا واقعہ عرض کرتے ہیں۔ (جسے ہم نے آپ کی کرامات میں لکھا ہے۔ اُویسی غفرلہ)

حضرت صاحبُ السّیر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں حضرت کی مجازی طور پر وفات ہوئی؛ آپ کو دفن کر دیا گیا، لیکن آپ پھر زندہ پائے گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جان کا مالک بنایا ہے۔"

ایک مرتبہ آپ جنگل میں تشریف فرما تھے۔ بہت خوشگوار ہوا چل رہی تھی کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ آپ کے مرید جو اس وقت موجود تھے بہت پریشان ہوئے، رونے لگے، اور ڈرنے لگے کہ لوگ کہیں گے کہ انہوں نے حضرت کو قتل کر دیا۔ یہ گفتگو سن کر آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا: یہ مقام خوش (ہر اعتبار سے مناسب اور درست) تھا، اس لیے فقیر کو خوش (پسند) آ گیا؛ اگر تم اس طرح کہتے ہو تو اٹھو اس جگہ سے روانہ ہو جائیں۔

وفاتِ سیرانی کی تفصیل: ربیعُ الثانی ۱۱۹۸ھ کو آپ پورب اور کچھی سے پاپیادہ خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بستی تمیری، جو دریائے چناب کے کنارے ہے، (ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے درمیان واقع ہے) تک پہنچے تھے کہ آپ کا ارادہ ملتوی ہو گیا، اور آپ خراسان جانے کے بجائے جنوب کی طرف روانہ ہو پڑے۔ آپ شیشم کے درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ حضرت دیوان محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ آپ کی زیارت کے شوق میں پہنچے اور آپ کی خدمت میں کچھ طعام (کھانا) پیش کیا۔ حضرت وجد (کیفِ روحانی) میں آ گئے، اور شورشِ وجد (وجد کا جوش) اس قدر تیز تھی کہ ساری عمر آپ کو ایسی شورش کبھی نہ ہوئی تھی۔ آپ نے شورش کے دوران حضرت دیوان صاحب کو رخصت کا اشارہ فرمایا، لیکن دیوان صاحب آپ کی رفاقت میں رہنا چاہتے تھے؛ لہٰذا آپ

---

142) (ذکرِ سیرانی از مفتی محمد فیض احمد اُویسی، حجام کا بیٹا واپس، ص159، مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان، ایڈیشن دوم، اپریل 1997ء)

143) (ذکرِ سیرانی از مفتی محمد فیض احمد اُویسی، منیٰ میں اُویس قرنی کے ساتھ، ص179 تا 180، مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان، ایڈیشن دوم، اپریل 1997ء)

نے ان کی خواہش کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے رخصت دی۔ بعد ازاں کاٹھیاواڑ، دہراجی بندرا میں حافظ محمد کوکی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک روز اور قیام فرمایا جائے۔ بروز جمعرات، ۵ ربیعُ الثانی ۱۱۹۸ھ کو آپ نے پنجاب جانے کا ارادہ فرمایا، لیکن حافظ محمد کوکی نے عرض کیا: "ایک رات اور قیام فرمالیں۔" آپ نے حافظ صاحب کی دعوت قبول فرمائی اور سفر کا ارادہ ترک کر دیا۔ حافظ محمد کوکی کی خواہش تھی کہ حضرت صاحب ہمیشہ میرے پاس رہیں؛ لہٰذا اس نے ارادہ کیا کہ کیوں نہ حضرت صاحب کو زہر دے دوں۔ چنانچہ ارادۂ شیطانی کر کے اس نے طعام میں زہر ملا دیا۔ طعام کھاتے وقت شاید آپ سمجھ گئے تھے کہ اس میں زہر ہے، کیونکہ آپ مسکرائے اور فرمایا: "ماشاءاللہ!" اور اُس روز آپ نے خلافِ معمول کھانا بھی زیادہ کھایا۔

زہر خوانی: زہر کا اثر فوراً جگر تک پہنچ گیا اور آپ کو نقاہت (کمزوری) ہو گئی۔ اسی حالت میں آپ نے نمازِ عشاء ادا فرمائی، اور حافظ صاحب سے پانی طلب کیا۔ حافظ اپنے فعل پر بہت شرمندہ ہوا اور پانی دینے سے حجاب کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: "اے احمق! اول آدمیوں کو مٹکے میں ڈال، پھر پیچھے ہٹتا ہے۔" لاچار پانی لے آیا۔ آپ نے نوش فرمایا اور قے جاری ہو گئی۔ میاں ابو طالب جو اس وقت آپ کے پاس حجرہ میں تھا برتن لے آیا جس میں آپ نے قے کی۔ قے میں جگر کے ٹکڑے تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا: "ابھی فقیر کی عمر چار سال باقی تھی۔"

بار بار قے آ رہی تھی، نقاہت (کمزوری) بڑھ گئی، اور وفات کا وقت قریب آ گیا۔ لوگوں کو جب آپ کی یہ حالت معلوم ہوئی تو شہر کے تمام افراد جمع ہو گئے۔ آپ نے ابو طالب کو فرمایا کہ لوگوں سے کہو اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ چنانچہ تمام لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے۔ جب نقاہت (کمزوری) زیادہ ہو گئی تو وقت قریب سمجھ کر ابو طالب نے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: "ابو طالب! ابھی وہ وقت نہیں آیا۔" آپ شورِش (جوش) میں اُٹھے، چھت کی کڑیوں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔

یہ حالت دیکھ کر ابو طالب نے پوچھا: "یا حضرت! آپ کی قبر کہاں بنائی جائے؟" آپ نے فرمایا: "جس جگہ ہوں، زمین کھود کر دفن کر دینا۔" آپ کھڑے کھڑے شورِش (بلند آواز سے ذکر) کرتے رہے۔ اغراض سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے اور اذکار کا ذکر کرنے لگے، اور اس قدر جوش سے ذکر کیا کہ زمین و آسمان کانپتے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ ذکر سے فارغ ہو کر لیٹ گئے اور فرمایا: "ابو طالب! اب وقت آ گیا ہے۔" ابو طالب آپ کے قریب ہوا اور آپ کے دہنِ مبارک سے یہ آواز سنی: "دوست، دوست سے مل گیا۔" اور آپ کی روح قصرِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

وصال کے وقت آپ نے ابو طالب کو وصیت فرمائی کہ صاحبزادگان کو تاکید کر دیں کہ حافظ محمد کے ساتھ نرمی سے بات چیت کریں، اور اس کے اس فعل پر اس سے ناراض نہ ہوں، بلکہ ہر طریقہ سے اس کے ساتھ رعایت کریں۔ آپ نے حافظ محمد کو دس روپے دیئے اور فرمایا: پانچ روپے کفن کے لئے ہیں اور پانچ اپنے مسکینوں میں تقسیم کر دینا۔ قبر کے متعلق آپ نے فرمایا کہ کسی زمین کو کھود کر دفن کر دینا۔

۵ ربیع الثانی ۱۱۹۷ھ بروز جمعرات نصف شب آپ کو غسل دیا گیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر ایک وسیع میدان میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ نیز جنازہ میں ہزاروں سفید پوش شامل ہوئے۔

نصف شب کے بعد آپ کو دراجی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ جب آپ کو قبر میں رکھا گیا تو بعض لوگوں نے ابو طالب کو کہا کہ حضرت صاحب کا منہ مبارک قبلہ شریف کی طرف کر دیں۔ ابو طالب کے ہاتھ لے جانے سے پہلے آپ کا منہ خود بخود متحرک ہو کر قبلہ کی طرف ہو گیا۔ میاں ابو طالب نے

حضرت صاحب کی وفات کا مراسلہ روانہ کیا، جو میاں محمد حسن صاحب کے پاس سات ماہ بعد ماہِ شوال میں بہاول پور پہنچا۔ آن کی آن میں سارے شہر میں حضرت کے وصال کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور سارے شہر میں شورِ قیامت برپا ہو گیا، اور کربلا کے ماتم کا سامان پیدا ہو گیا۔

یہ خبر سنتے ہی صاحبزادہ اویس بخش، حاجی محمد اٹھوال، خلیفہ محمد حسن بہاول پوری، محمد کڈن اور خدا بخش مریجہ دوراجی کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ خبر سارے ملک میں عام ہو گئی اور ملک کے کونے کونے سے لوگ دوراجی روانہ ہو گئے۔

میاں اُویس بخش صاحب اور حاجی محمد اعظم پانچ ماہِ صفر کو دوراجی پہنچ گئے اور حافظ محمد سے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ حافظ محمد حضرت صاحب کی میت کسی صورت دینے کے لئے راضی نہ ہوتا تھا۔ حضرت صاحب کا فرمان تھا کہ حافظ محمد کے ساتھ نرمی برتی جائے، اس لئے آپ کے صاحبزادے اور خلفاء حافظ محمد کے ساتھ سختی سے بات نہ کر سکتے تھے، اور نرمی سے حافظ محمد نہیں مانتا تھا۔ اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ "میں نے حضرت صاحب کو زہر اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ کی میت تمہارے لئے کر دوں۔"

اگر مجھے آپ کے جسم کی ضرورت نہ ہوتی تو میں آپ کو زہر کیوں دیتا اور پیش کش کی کہ میرے اوپر دو تین ہزار روپیہ سالانہ جزیہ لگا دیا جائے جو میں ہنڈی کی صورت میں حضرت کے صاحبزادگان کو ادا کرتا رہوں گا یا کوئی شخص اپنا خلیفہ مقرر کر جاویں دربار میں جو کچھ آمد ہو گی جائز خرچ کے بعد صاحبزادگان تک پہنچا دیا کرے گا لیکن صاحبزادگان اس شرط پر راضی نہ تھے ان کا اصرار تھا کہ وہ آپ کی میت کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے اور حافظ محمد کہتا تھا کہ وہ کسی صورت بھی آپ کی میت کو یہاں سے نہ جانے دیگا۔

مرنے والے سے گفتگو: الغرض، گتھی کسی صورت بھی سلجھتی نظر نہ آتی تھی۔ آخر کار حافظ نجم الدین کو اس بات پر سخت غصہ آگیا اور وہ حضرت محکم الدین کے مزار پر گیا اور غصہ میں کہا: "اگر تم نے ہمارے ساتھ نہ چلنا تھا، پھر ہم کو کیوں بلوایا تھا؟ اور ہم کو یہاں بلا کر بے عزت کروایا ہے۔ ادھر ہمیں یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ حافظ محمد کے ساتھ نرمی سے بات کرنا۔ ہم لوگ آج چلے جائیں گے اور آپ کے پاس پھر کبھی واپس نہ آئیں گے۔"

آپ نے حافظ نجم الدین کو خواب میں فرمایا کہ حافظ محمد کو میت کے سامنے قرعہ اندازی کی شرط پیش کرو، وہ مان جائے گا۔ چنانچہ صاحبزادگان نے حافظ محمد سے کہا کہ ہم حضرت صاحب کو لے جانا چاہتے ہیں، لیکن تم حضرت صاحب کو یہاں رکھنا چاہتے ہو۔ اس طرح فیصلہ ناممکن ہے اور ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔

فیصلہ اس طرح ہونا چاہیے کہ حضرت صاحب کی میت کو نکالا جائے اور ایک صندوق میں رکھ دیا جائے، ویسی ہی ایک دوسری خالی صندوق بھی ساتھ رکھ دی جائے۔ ان دونوں صندوقوں میں سے ایک صندوق تم چن لو۔ یہ ہمارا مقدر رہے، جس کی قسمت ہو گی اسے حضرت صاحب مل جائیں گے۔ اس بات پر حافظ محمد کو کی راضی ہو گیا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حافظ محمد نے صندوق چن لی اور اسے کھول کر دیکھا تو حضرت کی میت موجود تھی۔ چنانچہ حافظ محمد کو کی خوش ہو گیا اور صاحبزادگان کو اپنی قسمت پر رنج ہوا۔ حافظ نجم الدین کو اسی وقت غش آگئی۔ آپ نے فرمایا: "حافظ صاحب، اداس نہ ہو، فقیر باطنی طور پر تمہاری صندوق میں ہے اور ظاہری طور پر حافظ محمد کی صندوق میں۔ تم اٹھو اور صندوق کھول کر دیکھو۔"

چنانچہ حافظ صاحب اُٹھ بیٹھے اور اپنی صندوق کو کھول کر دیکھا تو حضرت صاحب موجود تھے حافظ محمد نے آپ کی ظاہری میت کو دوراجی میں دفن کر دیا اور بعد میں شاندار مقبرہ تعمیر ہوا جہاں اب بھی ہزاروں کی تعداد میں عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں اور ہر سال آپ کا عرس جوش و خروش سے منایا جاتا ہے

تمام خلفاء نے فیصلہ کیا کہ آپ کو صندوق میں لے جایا جائے۔ لیکن آپ نے ابو طالب کو نیم خواب کی حالت میں فرمایا کہ میں صندوق میں نہیں جاؤں گا مجھے چارپائی پر لے جاؤ اور چارپائی کے ساتھ بانس باندھ لو۔

سب لوگ حیران تھے کہ اس قدر دور دراز سفر میں آپ چارپائی پر کس طرح جائیں گے الغرض ۲۵ صفر ۱۹۷ اھ کو خلفاء آپ کو لے کر دوراجی (ضلع کاٹھیاواڑہ ہندوستان) سے روانہ ہوئے۔ ہزاروں معتقدین شہر سے تقریباً دس میل تک اشکبار آنکھوں سے آپ کو الوداع کہنے آئے۔

راستے میں جو شخص ملتا آپ کی میت کو کاندھا دینے کی گزارش کرتا اور یہ کہتا کہ چارپائی بالکل بے وزن ہے وفات کے بعد بھی آپ اسی طرح با کرامت تھے۔ (اور ہیں اور تا قیامت رہیں گے۔)

کرامتِ سیرانی: حافظ نجم الدین صاحب، جو آپ کی میت کے ہمراہ تھے، کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت صاحب کی میت کو لے کر ماڑ (ہندوستان) سے گذر رہے تھے ہم لوگ آرام کے لیے رکے، ایک شخص جو آپ کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ کیا آپ کا جسم عام مردوں کی طرح سخت ہے یا نہیں۔ آپ کے نزدیک آیا اور آپ کا پاؤں مروڑنا چاہا کہ آپ نے پاؤں اوپر کی طرف کھینچ لیا، وہ شخص دہشت کھا کر گر پڑا اور پیٹ کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا، جس قدر علاج کیا مرض لَاعلاج بتایا گیا اور حضرت کے مزار پر حاضر ہوا اور معافی مانگی، دریائے رحمت جوش میں آیا اور اسے آرام آگیا۔

کافی عرصہ کی مسافت طے کرنے کے بعد یہ قافلہ آپ کی میت لے کر گوٹھ بخشا جو اس وقت خانقاہ شریف کے نام سے موسوم ہے اور جہاں آپ کا مزار ہے، پہنچا۔ تو قافلہ نے ایک رات یہاں آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ گوٹھ بخشا میں ایک عورت رہتی تھی جسے حضرت صاحب بہن کہتے تھے، جب اُسے معلوم ہوا تو دوڑی ہوئی آئی اور حضرت صاحب کے لیے عطر کی شیشی بھی ہمراہ لائی۔ مائی صاحبہ نے آپ کے منہِ مبارک سے کپڑا اُٹھا کر زیارت کی اور آپ کے بدن پر عطر چھڑکنا چاہتی تھی کہ حضرت صاحب نے شیشی خود لے لی اور اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر چھڑک دی۔

روایت ہے کہ حضرت صاحب اس عورت سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ فقیر جہاں ہو گا بہن کے ساتھ ہو گا۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے حضرت کو وہیں دفن کرنے کی گذارش کی لیکن آپ کے صاحبزادگان آپ کی میت کو اپنے وطن فتح پور گوگیرہ (ضلع اوکاڑہ) لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے آپ کی چارپائی اُٹھانا چاہی تو چارپائی نہ آگے جاتی تھی اور نہ پیچھے، چنانچہ تمام خلفاء اور صاحبزادگان نے آپ کی مرضی کے مطابق آپ کو گوٹھ بخشا میں سپردِ خاک کر دیا۔

یہ معمولی سی بستی جہاں دو تین جھونپڑیوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا، آج خانقاہ شریف کے نام سے ایک بڑا قصبہ ہے، اور حضرت کی برکت سے ہر سال پاک وہند کے ہزاروں لوگ یہاں آکر اپنے مطالب حاصل کرتے ہیں۔ حضرت صاحب السیر رَحمۃُ اللّٰہ علیہ کا مزار اور خانقاہ دوراجی شریف (ہندوستان) میں بھی ہے، جہاں ہر سال نہایت تُزُک (با قاعدگی) واحترام کے ساتھ حضرت کا عرس منعقد ہوتا ہے اور ہزاروں ہندو و مسلم آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۵ ربیع الثانی کو منعقد ہوتا ہے۔[144]

تَمَّتْ بِالْخَيْر

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيم، وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِين، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِين.

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور۔ پاکستان

144) (ذکرِ سیرانی از مفتی محمد فیض احمد اُویسی، حالاتِ وفات، ص 187 تا 194، مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاولپور، پاکستان، ایڈیشن دوم، اپریل 1997ء)